صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح بخاری)

رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز

نماز کی نیت سے لے کر سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے تک ہر حرکت و سکون پر
قرآنی آیات اور مستند احادیث کے ٹھوس دلائل کا مجموعہ اور مخالفین کے دلائل کا مسکت
جواب دینے کے ساتھ ساتھ اختلافی پہلوؤں میں سوالات کے جوابات کا خلاصہ کیا گیا ہے
ہر حنفی مسلمان کے لئے اپنے موضوع پر مکمل اور تحقیقی کتاب

تالیف

استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی منیر احمد اخون دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اخون پبلیکیشنز

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
31	مخالفین سے سوال	20
32	فاتحہ کے بعد آمین کہنا	21
32	آمین آہستہ کہنا چاہیے	22
37	مخالفین کے دلائل کا جواب	23
39	تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ	24
46	غیر مقلد سلفیوں کا آخری حربہ	25
47	حسد کے معنی	26
48	مخالفین سے سوال	27
49	رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا	28
49	رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرنا	29
51	حدیث جابر بن سمرہؓ میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	30
57	مخالفین کے دلائل کا جواب	31
58	سجدہ میں رفع یدین	32
59	دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین	33
60	تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین	34
60	نماز کی ہر رکعت میں رفع یدین	35
61	حاصل کلام	36
64	حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے طرق اور حقیقت حال	37
65	حدیث مالک بن حویرثؓ کے طرق	38

فہرست مضامین

فہرست مضامین

عرض مولف

جس طرح قرآن کریم کی تلاوت پوری دنیا میں سات متواتر قراتوں کے ذریعہ ہو رہی ہے اسی طرح پوری دنیا میں رسول اکرم ﷺ کی سنت پر عمل چار فقہی مذاہب کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ فقہ در اصل کتاب وسنت کی وہ قانونی اور تشریح و تفصیل ہے جو عند اللہ بھی مقبول ہے اور عند الرسول ﷺ بھی۔ اس میں صواب پر "دو اجر" خطا پر ایک اجر ملتا ہے اور عمل عند اللہ مقبول ہوتا ہے ان چار فقہی مذاہب میں فقہ حنفی وہ فقہ ہے جو کتاب وسنت کی مکمل جامع تشریح و تعبیر ہے جو خیر القرون ہی میں مرتب اور مدون ہو کر آج تک شہرت عام اور بقائے دوام کی سعادت سے مشرف ہے اور الحمد للہ ہر زمانے میں امت اسلامیہ کا کم از کم دو تہائی حصہ اسی فقہ کی روشنی میں احادیث طیبہ اور سنت نبویہ پر عمل پیرا ہے۔

عروج اسلام کے دور میں یہی فقہ حنفی پوری اسلامی مملکت کا قانون رہی لیکن جب اسلامی حکومت کا زوال شروع ہوا اور انگریزی حکومت قائم ہو گئی اس دور میں ان چار فقہی مذاہب کی تقلید سے آزادی کی گمراہی زور پکڑنے لگی اور جلد ہی یہ آزاد خیال طبقہ دو فرقوں میں بٹ گیا ایک نے اپنا نام اہل قرآن رکھا اور دوسرے نے اہل حدیث۔ چنانچہ ان دونوں فرقوں نے خاص طور پر فقہ حنفی جو عرصے سے اسلامی قانون رہی تھی کے خلاف تحریر و تقریر سے گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ فقہ حنفی قرآن وسنت کے خلاف ہے اور فقہ حنفی میں حدیث کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے چند سالوں میں سینکڑوں رسالے اور کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھ کر باقاعدہ سازش کے تحت چھپوائی گئیں جس کا جواب علمائے احناف نے ثابت کر دیا کہ فقہ حنفی تو ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر مقدم رکھتی ہے چہ جائے کہ قوی حدیث سامنے ہو تو اس

کے ترک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور کئی مسائل بطور مثال بتائے کہ مثلاً نماز میں قہقہہ لگانے سے قیاس کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ ایک ضعیف حدیث میں وضو کے ٹوٹنے کا حکم ہے چنانچہ فقہ حنفی نے اسی ضعیف حدیث کو مقدم رکھا ہے اور قیاس کو ترک کر کے وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگایا حالانکہ یہ نام نہاد اہلحدیث سلفی طبقہ اس حدیث کو چھوڑ کر آج تک قیاس پر عمل کر رہا ہے اور الزام ترک حدیث اور عمل بالقیاس کا فقہ حنفی پر۔

عوام کی نظر چونکہ پورے ذخیرہ حدیث پر نہیں ہوتی اس لئے وہ اس گمراہ کن پروپیگنڈے کا یا تو شکار ہو جاتے ہیں یا کم از کم فقہ حنفی کے بارے میں کنفیوز رہتے ہیں یہاں تک کہ ارکان خمسہ میں سے اہم ترین رکن نماز ہی کے بارے میں وساوس وشبہات سے متاثر ہونے لگتے ہیں اور ان میں سے مخلصین کی خواہش ہوتی ہے کہ انہیں وہ آیات واحادیث پتہ لگنا چاہئیں جن پر عمل کے نتیجے میں ہم حنفی طریقے پر نماز ادا کرتے ہیں اگرچہ اس موضوع پر ایک دو نہیں سینکڑوں عربی اردو انگریزی اور دیگر زبانوں میں علماء احناف نے کتابیں اور رسائل لکھ کر امت کی راہنمائی کی ہے اور مخالفین کو دندان شکن جواب دیئے ہیں اور ثابت کر دکھایا کہ فقہ حنفی الحمدللہ عین قرآن وسنت کے مطابق ایک راہنما اصول ہے جس پر امت اسلامیہ کا سب سے بڑا طبقہ عمل کر رہا ہے۔

احقر ایک عرصے سے امریکہ میں سکونت پذیر ہے اور نیو یارک میں "ویسٹ چیسٹر مسلم سینٹر" ماؤنٹ ورنن میں بحیثیت ڈائریکٹر مذہبی امور خدمت دین انجام دے رہا ہے چونکہ مغربی ممالک میں نام نہاد اہلحدیث سلفی طبقہ کچھ زیادہ ہی فقہ حنفی کے خلاف اٹھا ہوا ہے اس لئے ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ ایک مختصر مگر جامع ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں حنفی طریقہ نماز کو قرآنی آیات اور احادیث طیبہ سے نہ صرف مدلل ومزین کر دیا جائے بلکہ مخالفین کے دلائل

کا مختصر اور جامع جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود ان سے سوالات کا جواب طلب کیا جائے تاکہ وہ موضوع ہر خاص و عام کیلئے واضح اور قابل فہم ہو جائے چنانچہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز" کے نام سے یہ ادنیٰ کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت خاصہ کے نتیجے میں اس ادنیٰ سعی کو شرف قبول بخشے اور اہل اسلام کیلئے نافع ہو!
آمین یارب العالمین۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے خادم خاص یاسر سلیم کا ذکر نہ کروں جس نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں ہر طرح کی خدمات انجام دیں اور اس کام میں سہولت و آسانی کا باعث بنے نیز ڈاکٹر الطاف کریم (پی۔ایچ۔ڈی فزکس) جو اس کتاب کے انگریزی ترجمے میں مشغول ہیں ان شاء اللہ اس کا انگریزی ایڈیشن بھی ساتھ ہی منظر عام پر آجائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ ان دونوں کو عافیت دارین اور اخلاص فی الدین سے مالامال کرے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ!

منجانب
(مولانا مفتی) منیر احمد اخون عفی عنہ
ڈائریکٹر مذہبی امور
ویسٹ چیسٹر مسلم سینٹر۔ ماؤنٹ ورنن
نیویارک (نارتھ امریکہ)

نماز کی نیت فرض ہے

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۝

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری ص 2 جلد اول، بقیہ صحاح ستہ، مشکوٰۃ ص 2)

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، دل سے جان لے اور سوچ لے کہ (مثلاً) ظہر کے فرض پڑھتا ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں، البتہ قلب و خیال کی یکسوئی کے لئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ص 232 جلد اول، فتاویٰ عالمگیری ص 65 جلد اول)

نماز میں قیام فرض ہے

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (البقرہ 238)

اور (نماز میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور سکون کے ساتھ کھڑے رہا کرو۔

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَتْ بِیْ بَوَاسِیْرُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا۝

(ترجمہ) مجھے بواسیر کی شکایت تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق عرض کیا (کہ کیسے پڑھوں) آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(بخاری ص 150 جلد اول، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

نوٹ: ریل گاڑی، بحری جہاز وغیرہ میں بھی فرض نماز میں قیام فرض ہے بغیر مجبوری کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ ہاں البتہ نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

تکبیر تحریمہ فرض ہے

(4) اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وربک فکبر (المدثر 3)

(ترجمہ) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

(5) وذکر اسم ربہ فصلی (الاعلیٰ 87)

(ترجمہ) اور جس نے اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

(6) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریمھا التکبیر ٥

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ نماز کی تحریمہ تکبیر ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی ص 3 جلد اول، دارمی)

نماز کا طریقہ

نمازی رو بقبلہ ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے۔

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الصلوۃ بالتکبیر ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کیا کرتے تھے۔

(مسلم ص 194 جلد اول، مشکوٰۃ ص 75)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔

(ابن ماجہ ص 58 ج 1 ، آثار السنن ص 81)

تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے

اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

(9) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے دونوں کانوں کے برابر لے جاتے۔

(مسلم ص 168 جلد اول، مشکوٰۃ ص 75)

فائدہ:۔ ان صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر بلند کرتے تھے چنانچہ امام شافعیؒ نے ان مختلف احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور انگلیاں

کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہوں۔

(نووی شرح مسلم صفحہ 168 جلد اول)

علمائے احناف نے بھی اس تطبیق کو پسند فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے تمام صحیح احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ھو جمع حسن (کہ یہ ایک اچھی تطبیق ہے)

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ 256 جلد 2)

(بذل المجہود شرح ابوداؤد صفحہ 1 جلد 2)

تکبیر تحریمہ کے وقت عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے

(10) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیت فاجعل یدیک حذو اذنیک والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا۔

(طبرانی، کنز العمال صفحہ 175 جلد 3)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تو نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر کرلے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الحاوی" میں طبرانی کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک صفحہ 202 ج 1)

(11) حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت عطاء تابعیؒ، امام زہریؒ، حضرت حمادؒ وغیرہ سے منقول ہے۔

اَنَّ الْمَرْاَةَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا اِلٰى ثَدْيَيْهَا۔

(ترجمہ) بے شک عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر بلند کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ 239، بنایہ شرح ہدایہ للمحدث العینی ص602 ج1)

قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

(12) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ○

(ترجمہ) حضرت وائلؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز میں داخل ہوئے، رفع یدین کیا اور تکبیر کہی، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

(مسلم صفحہ 173 جلد اول، مشکوۃ ص75)

(13) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور مرفوع حدیث ہے۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ ○

(ترجمہ) حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

(نسائی صفحہ 141 ج1، ابن ماجہ)

(14) حضرت ہلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام بنتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑتے۔

(ترمذی ص34 ج1 ، ابن ماجہ، مشکوۃ ص76) وقال الترمذی حدیث حسن۔

(15) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ○

(ترجمہ) لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں کوئی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

(بخاری ص102 ج1 ، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ ، موطا امام مالکؒ)

(16) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ○

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی اور پہنچے اور بازو پر رکھا۔

(نسائی ص141 ج1 ، ابوداؤد ، مسند احمد)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض ضعیف اور موقوف روایات میں ارسال یدین (ہاتھ چھوڑنے) کا ذکر ہے۔
محققین کے ہاں مذکورہ بالا صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ میں وہ حجت نہیں ہے۔

(السعایہ صفحہ 156 جلد1)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(17) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۝

(مصنف ابن ابی شیبہ ص390 ج1

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں۔میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔(آثارالسنن ص90)

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے متعدد نسخوں میں ہے۔محدث قاسم بن قطلوبغا "تخریج احادیث الاختیار شرح المختار" میں فرماتے ہیں۔

هٰذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ

کہ یہ سند عمدہ ہے۔

محدث ابوالطیب المدنی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا حَدِيْثٌ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ

کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔

شیخ محمد عابد السندی المدنی طوالع الانوار شرح درمختار میں فرماتے ہیں۔

رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ

کہ اس حدیث کے راوی ثقہ قابل اعتماد ہیں۔

الغرض ان آئمہ محدثین نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد ص23 ج2 تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص214 جلد اول، آثار السنن ص90)

(18) خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۝

(ترجمہ) ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔

(مسند امام احمد ص 100 ج 1 ، مصنف ابن ابی شیبہ ص 391 ج 1 ، دارقطنی ص 286 ج 2 ، سنن بیہقی ص 31 ج 2)

(19) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۝

(ترجمہ) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(ابوداؤد بروایۃ الاعرابی)

علامہ علاؤ الدین المارديني ابن الترکمانی نے بھی محدث ابن حزم ظاہری کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔ (الجوہر النقی علی البیہقی ص 31 جلد 2 طبع مصر)

مخالفین کے دلائل کا جواب

(i) بعض روایات میں ناف پر یا سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے تحقیق محدثین کے ہاں وہ سب روایات قابل اعتراض و ضعیف ہیں۔

(آثار السنن ص 84-88)

(ii) اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر لانه استر لها.

(السعایہ شرح وقایہ ص156 جلد دوم)

(ترجمہ) آئمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کا اتفاق ہے کہ عورتوں کیلئے سینے پر ہاتھ رکھنا مسنون ہے کیونکہ یہ صورت ان کے لئے زیادہ باعث ستر و پردہ پوشی ہے۔

شیخ حلبی المتوفی 956ھ نے بھی اس مسئلہ پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔ (کبیری صفحہ 301)

سبحانک اللھم پڑھنا

(20) اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

وسبح بحمد ربك حين تقوم (طور 48)

(ترجمہ) اور جب آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے۔

ضحاک تابعی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نماز کے قیام میں سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک پڑھا جائے۔

(سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، السعایہ ص 16 جلد 2، تفسیر در منثور صفحہ 120 جلد 6)

(21) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوة بالليل كبر ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك.

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا

الہ غیرک۔

(ابوداؤد ص119 ج1 ترمذی ص33 ج1 نسائی ابن ماجہ مشکوٰۃ ص108 مسند احمد)

اس حدیث کی سند قوی ہے محدث الہیثمی الزوائد صفحہ 265 جلد 2 پر لکھتے ہیں

رجالہ احمد ثقات

مسند احمد کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح الاسناد

(نصب الرایہ مع الحاشیہ ص321 ج2)

محدث طیبی شافعی فرماتے ہیں۔ اسناد حسن۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص278 ج2)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں کچھ اور دعائیں بھی مروی ہیں، جیسے اِنّی وَجّہتُ وَجْہِیَ

لِلّذِی فَطَرَ الخ

لیکن خلفائے راشدینؓ کا عمل بالخصوص لوگوں کی تعلیم کے لئے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کا صحابہ

کرامؓ کے سامنے اسے جہر سے پڑھنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا اکثر عمل یا آخری عمل سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کا تھا۔ لہٰذا یہ دعا راجح اور افضل ہے۔

(المنتقیٰ لابن تیمیہ، فتح القدیر لابن الہمام ص252 ج1)

تعوذ

امام اور منفرد نے قرأت پڑھنی ہے اس نے ثناء کے بعد قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ

الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ پڑھیں۔

(22) ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط (النحل 16/98)

(ترجمہ) پس جب تم قرآن مجید پڑھنے لگو تو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

(23) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ کَبَّرَ ..... ثُمَّ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کیلئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے ..... پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتے۔

(ابوداؤد ص 120 ج 1، ترمذی، مشکوٰۃ ص 108، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی)

مسند احمد میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔ (المعارف ص 166 ج 2)

فائدہ: تعوذ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں، سب درست ہیں۔

تسمیہ

(24) حضرت نعیم فرماتے ہیں:

صَلَّیْتُ خَلْفَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(نسائی ص 144 ج 1 باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط)

(ترجمہ) حضرت نعیم مجمرؒ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر فاتحہ پڑھی جب آپ نے نماز کا سلام پھیرا تو فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم سب سے زیادہ میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہے۔

یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی، دار قطنی اور طحاوی میں بھی ہے۔ محدث حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ ط

بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(نصب الرایہ ص324 جلد 1)

(25) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ صَلٰوتِهٖ

(دار قطنی ص302 جلد اول)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔

وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِي اسناد لاباس به.

تسمیہ بالاخفاء کی حدیثیں جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے، وہ بھی قراءت تسمیہ کی دلیل ہیں۔

تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا

(26) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ

بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد للہ رب العٰلمین ○ (سورۃ فاتحہ) سے نماز شروع فرماتے تھے۔

(بخاری ص103 ج1، مشکوٰۃ ص79، باب ما یقرا بعد التکبیر)

فائدہ: تعوذ و تسمیہ کا نماز میں پڑھنا تو اوپر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعوذ و تسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ پڑھتے تھے۔ البتہ جہری نماز میں فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

(27) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْہُمْ یَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

(بخاری ص103 ج1، مسلم ص172 ج1)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اونچی آواز سے) پڑھتے نہیں سنا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ پڑھی جاتی تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

(28) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فکانوا یستفتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی اخرھا○

(مسلم ص172 جلد اول)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ الحمد للہ رب العلمین O سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نہ قرأت کے شروع میں پڑھتے تھے اور نہ اس کے آخر میں۔

(29) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی مرفوع حدیث نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور دار قطنی میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

فَكَانُوْا لَا يَجْهَرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

(30) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نسائی ص 144 جلد اول، ابن حبان اور طحاوی کی ایک روایت میں ہے۔

فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

(ترجمہ) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ میں سے کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

(31) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ سَمِعَنِىْ اَبِىْ وَ اَنَا اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ اَىْ بُنَىَّ اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ وَ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَاO

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں میرے والد صاحب نے مجھے بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم ط پڑھتے سنا تو فرمایا اے میرے بیٹے بدعت سے بچو۔۔۔ اور فرمایا میں نے نبی کریم اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم ط پڑھتے نہیں سنا۔ (یعنی جہر سے پڑھتے نہیں سنا)

(ترمذی ص 33 ج 1 باب الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نسائی ص 144 ج 1 باب ترک الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم ط ابن ماجہ ص 59 ۔ طحاوی ص 119 جلد اول)

یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی ص 33 ج 1 نصب الرایہ ص 322 جلد اول)

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں

حَدِیثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْبَکْرٍؓ وَ عُمَرُؓ وَ عُثْمَانُؓ وَ عَلِیٌّ وَ غَیْرُهُمْ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَ بِهٖ یَقُوْلُ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَکِ وَاَحْمَدُ وَ اِسْحٰقُ لَا یَرَوْنَ اَنْ یَّجْهَرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قَالُوْا وَ یَقُوْلُهَا فِیْ نَفْسِهٖ۔

(ترجمہ) یہ حدیث حسن ہے۔ صحابہؓ و تابعینؒ میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ ان میں سے خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر حضرات بھی ہیں۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمدؒ، اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ یہ سب حضرات بسم اللہ الرحمن الرحیم ط کے جہر کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نمازی بسم اللہ الرحمن الرحیم ط اپنے دل میں کہے یعنی آہستہ پڑھے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں نماز میں جہر سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنے کا ذکر ہے۔

محدثین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

1۔ جہر والی احادیث مذکورہ بالا صحیح احادیث سے منسوخ ہیں۔

2۔ سند کے لحاظ سے اخفا والی حدیثیں قوی اور راجح ہیں۔

3۔ بعض اوقات لوگوں کو بتلانے کے لئے کہ اس مقام پر یا اس وقت یہ چیز پڑھی جاری ہے۔ اخفا والے امور میں قدرے جہر کردیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں کبھی کبھی ایک آیت ہمیں سنانے کے لئے جہر سے پڑھتے تھے۔ يُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا

(بخاری ص 106 ج 1 باب اذا اسمع الامام الآیۃ، مسلم ص 185 ج 1، باب القرآت فی الظہر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل بصرہ کی تعلیم واطلاع کیلئے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ الخ کا جہر ثابت ہے۔

(مسلم ص 172 جلد اول باب حجہ من قال لا یجہر بالبسملۃ)

اسی طرح مذکورہ بالا صحیح حدیث اور خلفائے راشدین کے مسلسل عمل کے قرینہ سے تسمیہ کا جہر بھی کبھی کبھار لوگوں کی تعلیم واطلاع کے لئے تھا۔

(الناسخ والمنسوخ ص 56 للعلامۃ الحازمی، نصب الرایہ ص 361 جلد اول، معارف السنن... شرح ترمذی ص 368 جلد دوم)

فائدہ: اپنے دور کے بے بدل محدث جمال الدین زیلعیؒ نے چالیس صفحات پر بسم اللہ کے مسئلہ کی نہایت مفصل، مدلل، محقق بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(نصب الرایہ ص323 ج1 تا ص363 ج1)

امام نماز میں فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ سورت بھی ملائے

(32) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ٥

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

(بخاری ص105 ج1 باب القراءۃ فی الظہر، مسلم ص185 ج1، مشکوۃ ص79)

منفرد فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ اور قرأت بھی کرے

(33) حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَأَ٥

(ترجمہ) جب تو نماز کے لئے کھڑا ہووے اور قبلہ کی طرف رخ کرے تو تکبیر کہہ پھر فاتحہ پڑھ اور جتنا اللہ چاہے تو قرآن پڑھ۔

(ابوداؤد ص131 ج1 باب من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)

(34) یہ حدیث مسند احمد صفحہ 340 جلد 4 میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ○

(نصب الرایہ ص 364 ج 1)

(ترجمہ) جب تو قبلہ رخ ہووے تو تکبیر کہہ پھر فاتحہ پڑھ پھر تو جو چاہے قرآن پڑھ۔

امام کی قرأۃ کے وقت مقتدی خاموش رہے۔ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے

(35) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف 204)

(ترجمہ) اور جب قرآن مجید پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ آیت خطبہ و وعظ میں نازل ہوئی یا مطلق قرأت کے سلسلے میں اتری یا نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ (کتاب القرأۃ ص 73 امام بیہقی)

(ترجمہ) یہ مذکورہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

درج ذیل صحابہؓ تابعین سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن مسعودؓ (تفسیر ابن جریر ص 103 جلد 9) حضرت ابوہریرہؓ (دار قطنی)

حضرت عبداللہ بن مغفل (تفسیر ابن مردویہ) حضرت مجاہد (بیہقی) حضرت ضحاک،
حضرت نخعی، حضرت قتادہ، حضرت شعبی، حضرت سدی، حضرت عبدالرحمن بن زید
(تفسیر ابن کثیر ص 281 ج 2)

علامہ ابن تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاوے ص 43 جلد 1 میں اور علامہ ابن قدامہ حنبلی
نے المغنی ص 605 ج 1 میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اجمع الناس علی انہا نزلت فی الصلوۃ

(ترجمہ) اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی۔

(نصب الرایہ ص 14 جلد 2 طبع الثانیہ)

جمہور مفسرین نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح
المعانی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر ابو السعود، تفسیر خازن وغیرہ میں اسی
قول کو راجح قرار دیا گیا ہے کہ آیت کا شان نزول نماز ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں امام بالاجماع قرأت کرتا ہے۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ قرآن
مجید کی اس نص قطعی سے واضح ہوا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی پر لازم اور واجب ہے کہ وہ
توجہ کرے اور خاموش رہے۔ استمعوا اور انصتوا امر کے صیغے ہیں اور علماء اصول کے قول کے مطابق
مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

احادیث نبویہ و آثار صحابہؓ نے اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا ہے کہ نماز میں امام کا فریضہ
قرأت کرنا اور مقتدی کا فریضہ خاموش رہنا ہے۔

تنبیہ:۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بظاہر دو حکم دیئے گئے ہیں ایک فاستمعوا لہ یعنی
توجہ سے سننے کا اور دوسرا انصتوا یعنی خاموش رہنے کا۔ پہلے حکم کا تعلق جہری نماز کے ساتھ

ہے اور دوسرے حکم کا تعلق سری نماز کے ساتھ ہے کیونکہ جہری نمازوں میں امام کی قرآت کو سننا ممکن ہے اس لئے توجہ سے سننے کا حکم دیدیا اور توجہ سے سننے کو خاموش رہنا تو لازم ہے ہی۔

اور سری نمازوں میں امام کی قرآت کو سننا اگرچہ ممکن نہیں لیکن امام قرآت تو یقیناً کر ہی رہا ہے اس لئے خاموش رہنے کا حکم دیدیا گیا۔ یوں یہ آیت سری اور جہری دونوں طرح کی نمازوں کے تقاضے پر پورا اترتی ہے۔

(36) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا ...... وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا ○

(ترجمہ) "کہ تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو...... اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو"۔

(مسلم ص 174 جلد اول باب التشہد فی الصلوٰۃ)

امام مسلم اس حدیث کی صحت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں اور مشائخ وقت کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّمَا وَضَعْتُ ھٰھُنَا مَا اَجْمَعُوْا عَلَیْہِ

(ترجمہ) کہ میں نے یہاں (صحیح مسلم میں) صرف وہی حدیث درج کی ہے جس پر مشائخ کا اجماع ہے۔

(مسلم ص 174 ج 1 باب التشہد فی الصلوٰۃ)

درج ذیل محدثین و فقہاء بھی اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں۔ (1) امام احمد بن حنبل (مسند احمد ص 386 ج 2 تنوع العبادات ص 86 لابن تیمیہ) (2) امام نسائی (بحوالہ فتح

الملہم ص 22 ج 2 وحاشیہ نصب الرایہ ص 15 جلد 3) (3) محدث منذری (بحوالہ عون المعبود ص 235 جلد اول) (4) مفسر ابن کثیر شافعی (تفسیر ابن کثیر ص 280 جلد 3) (5) امام بخاری کے استاد امام اسحٰق بن راہویہ (بحوالہ تنوع العبادات ابن تیمیہ) (6) حافظ ابن حجر شافعی (فتح الباری ص 21 ج 2) (7) علامہ ابن قدامہ حنبلی (مغنی ص 605 جلد اول) (8) علامہ ابن عبدالبر مالکی (بحوالہ نفحہ العنبر 79) (9) علامہ ابن تیمیہ حنبلی (فتاویٰ ابن تیمیہ ص 412 جلد 2 وتنوع العبادات ص 86) (10) علامہ عینی حنفی (عمدۃ القاری ص 56 جلد 3 شرح بخاری) (11) اہلحدیث کے رہنما علامہ نواب صدیق حسن خان (بحوالہ عون المعبود ص 323 جلد اشرح ابوداؤد) اس حدیث کی صحت کے مزید حوالوں کے لیے فتح الملہم شرح مسلم جلد 2 ص 22' معارف السنن شرح ترمذی ص 239 ج 3 نصب الرایہ مع الحاشیہ ص 15 جلد 2 'فصل الخطاب علامہ انور شاہ کشمیری ص 27 'احسن الکلام ص 123 جلد اول محقق العصر علامہ محمد سرفراز خان صفدر صاحب ملاحظہ فرمائیں۔

(37) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجہ' ابوداؤد' مصنف ابن ابی شیبہ' مسند امام احمد)

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں۔

ھُوَ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ (مسلم ص 174 جلد اول)

اہلحدیث سلفیوں کے رہنما شیخ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں۔

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ ثَابِتٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَنِ وَصَحَّحَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ۔

(دلیل الطالب ص294)

(ترجمہ) یہ حدیث اہل سنن کے نزدیک ثابت ہے اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ: دراصل مذکورہ بالا صحیح حدیثیں قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآن فَاستمعوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی تفسیر وشرح ہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے امام نسائی نے تاویل قولہ عزوجل وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرآن فَاستمعوا لَهٗ وَ انصتوا لعلكم ترحمون ط کا عنوان اور باب قائم کر کے حضرت ابوہریرہؓ کی محررہ بالا حدیث ذکر کی ہے۔

(سنن نسائی ص146 ج1)

(38) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا ٥

(کتاب القراۃ للبیہقی ص92)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (احسن الکلام ص134 جلد اول)

فائدہ: ان مرفوع صحیح صریح احادیث سے واضح ہوا کہ نماز باجماعت میں قرأت صرف امام کا وظیفہ وفریضہ ہے مقتدیوں کا وظیفہ وفریضہ سننا اور سکوت وخاموشی ہے۔ پھر آیت واحادیث میں امر کا صیغہ ہے۔ (وانصتو) علماء اصول کی تصریح کے مطابق مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ لہذا جب امام قرآن پڑھے تو مقتدی پر لازم وواجب ہے کہ وہ توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔

(39) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس مقتدی کی قرأت ہے۔

یہ حدیث تقریباً چالیس سندوں سے مروی ہے۔ اس کی بہت سی سندیں صحیح قوی اور معتبر ہیں۔

پہلی قوی سند: امام بخاری کے استاد حضرت امام احمد بن حنبل نے اس کو اپنی سند سے روایت کیا ہے (مسند امام احمد صفحہ 339 جلد 3) اس سند کے متعلق حافظ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِیْحٌ مُتَّصِلٌ رِجَالُهٗ کُلُّهُمْ ثِقَاتٌ

(ترجمہ) یہ سند صحیح متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔

(شرح مقنع للکبیر برحاشیہ المغنی ص 11 جلد 2 طبع بیروت)

دوسری قوی سند: امام بخاری و امام مسلم کے استاد محدث ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی سند سے اس کو مصنف ابن ابی شیبہ ص 377 جلد 1 میں روایت کیا ہے۔ اس سند کے متعلق علامہ ماردینی الجوہر النقی ص 159 جلد 2 علی البیہقی پر لکھتے ہیں۔

هٰذَا سَنَدٌ صَحِیْحٌ

یہ سند صحیح ہے۔

تیسری قوی سند: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاد محدث احمد بن منیعؒ اپنی سند سے اس کو روایت کرتے ہیں۔ (مسند احمد بن منیع) محقق ابن الہمامؒ اس سند کے تمام راویوں کی توثیق نقل کر کے لکھتے ہیں۔

صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ

یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(فتح القدیر ہدایہ ص 295 جلد 1)

چوتھی قوی سند: امام مسلمؒ کے استاد عبد بن حمیدؒ نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے جس کے بارے میں مفسر محمود آلوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں۔

عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ (تفسیر روح المعانی پ 9 ص 151)

یہ سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

پانچویں قوی سند: امام محمدؒ نے اپنی کتاب موطا ص 98 میں یہ حدیث صحیح سند سے روایت کی ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ص 295 ج 1) نیز یہ حدیث قوی سند سے کتاب الآثار امام محمدؒ، کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ، کتاب القرأت للبیہقی، طحاوی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

فائدہ: بہرحال حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔ مقتدی کو الگ قرأت کرنے کی نہ صرف ضرورت نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ دراصل اس حدیث میں ایک مسلمہ اصول وضابطہ کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرد یا جماعت یا ادارہ کا نمائندہ ہو تو نمائندہ کی بات اس شخص یا جماعت یا ادارہ کی بات سمجھی جاتی ہے جس نے اسے نمائندہ قرار دیا ہے۔ بلکہ جماعت میں سے کسی فرد کی مداخلت ممنوع بھی ہے اور انتہائی درجہ کی بدتہذیبی اور گستاخی بھی۔ چنانچہ تمام دنیا کے عقلاء اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے سفارتی، عدالتی اور تجارتی نظام اسی پر عمل رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اسی اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد ونمائندہ کی حیثیت سے

بارگاہ رسالت میں قرآن مجید پڑھاتے اور پہنچاتے تھے۔ پورا قرآن مجید تقریباً تئیس سال میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں پڑھا اور پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نمائندہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس ساری قرأت کو اپنی قرأت قرار دیتے ہوئے جمع متکلم کا صیغہ استعمال فرمایا۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ (القیامۃ 18)

(ترجمہ) پس جب ہم قرآن کو پڑھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق امام کی حقیقی قرأت مقتدی کی حکمی قرأت ہے اور اس کے لیے کافی ہے اسے خود قرأت کی ضرورت نہیں۔

(40) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات میں جبحضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھارہے تھے۔ نماز کے درمیان آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور امام بنے۔ حضرت ابوبکر مکبر بنے۔ آگے حدیث کے الفاظ ہیں۔

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ.

(ابن ماجہ ص 88)

(ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأۃ شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔

مسند احمد ص 209 جلد اول کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

فَقَرَأَ مِنَ الْمَکَانِ الَّذِیْ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ مِنَ السُّوْرَۃِ ٥

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کے اس حصے سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔

مسند احمد والی حنبل کی سندیں قوی ہیں۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ص269 ج5 باب الوصایا)

اس قوی حدیث کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیدا بعت قرأت فاتحہ سے اقتداء ہوئی۔ ذخیرہ احادیث میں اس رکعت کے اعادہ کا کہیں ذکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے اس آخری عمل سے معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز قرأت فاتحہ کے بغیر صحیح ہے جبکہ خود امام بخاری ایک مقام پر اصول لکھتے ہیں۔

إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صلى الله عنه وسلم. (بخاری ص96 ج1)

(ترجمہ)۔ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو آخری عمل ہوتا ہے اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

آگے اس سلسلے میں چند موقوف آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

(41) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ.

(ترمذی ص40 ج1 باب ما جاء فی ترک القرأۃ خلف الامام موطا امام مالک ص68)

(ترجمہ) جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی امام کے پیچھے نماز بغیر فاتحہ درست ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی ص40 جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کا حکم امام ومنفرد کے لئے ہے مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی نماز فاتحہ کے بغیر درست ہے۔

(42) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباع سنت میں بہت ہی مشہور ہیں آپ کا قول و عمل صحیح سند سے یوں مروی ہے۔

أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا

صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَأْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَایَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ

(ترجمہ) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو ضرور قرأت پڑھے اور خود حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔

(موطا امام مالک ص 69، دار قطنی ص 154 جلد اول)

اس کی سند صحیح ہے۔ (نصب الرایہ مع الحاشیہ ص 12 ج 2)

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول و فعل دونوں پر مشتمل ہے۔

(43) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

لَاقِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ ۝

(ترجمہ) امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں کسی قسم کی قرأت نہیں ہے۔

(مسلم ص 215 ج 1 باب سجود التلاوة، نسائی ص 111 جلد اول)

اس صحیح حدیث میں ہر قسم کی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری مقتدی کے لیے قرأت کی نفی ہے جو کہ فاتحہ اور سورت سب کو شامل ہے۔

(44) حضرت موسیٰ بن عقبہ تابعی فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ ۝

(ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ امام کے ساتھ قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ص 139 ج 2 مرسل قوی بحوالہ عمدۃ القاری شرح بخاری ص 13 ج 6 باب وجوب القرأۃ للامام)

(45) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ.

(ترجمہ) جس شخص نے امام کے ساتھ قرآن پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے۔

(مسند عبدالرزاق ص138 ج2 'مرتل قوی مصنف ابن ابی شیبہ ص376 ج1 'دارقطنی 'طحاوی

عمدۃ القاری ص13 ج6)

(46) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ حَجَرٌ.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے۔ مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(مسند عبدالرزاق 138 ج2 'موطا امام محمد ص98 'عمدۃ القاری ص13 ج6)

(47) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

(مسند عبدالرزاق ص138 جلد 2 'طحاوی 'عمدۃ القاری ص13 ج6)

(48) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ جَمْرَةٌ.

(ترجمہ) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد ص98 'جزء القراءۃ ص11 للامام بخاری 'عمدۃ القاری ص13 'مصنف ابن ابی

شیبہ ص376 ج1)

علامہ عبدالحئی لکھنوی السعایہ ص299 جلد 2 اور التعلیق الممجد ص102 پر فرماتے ہیں

"مذکورہ آثار سے مقصود تہدید ہے۔ یعنی ڈرانا دھمکانا"

جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی۔

فاحرق علیہم بیوتہم ۝

میں ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں گا۔

(بخاری ص 89 جلد 1، مسلم ص 232 ج 1، مشکوۃ ص 95 ج 1 باب الجماعت)

اسی طرح مذکورہ بالا آثار میں صحابہ کرام نے بھی قرآت خلف الامام سے ممانعت کے سلسلے میں شدید عنوان اختیار فرمایا ہے۔ حقیقت مقصود نہیں، بلکہ محض ڈرانا دھمکانا اور ناگواری کا اظہار مقصود ہے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث ہے۔

لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (صحاح ستہ)

(ترجمہ) اس شخص کی نماز نہیں ہے جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

بظاہر اس قسم کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازم ہے۔ محققین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

جواب 1: بے شک یہ حدیث عام ہے لیکن دلائل و قرائن کی بنا پر عام کی تخصیص کا قانون سب کے ہاں مسلم ہے۔ قرآن و حدیث میں تخصیص عام کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ارشاد باری ہے

ءامنتم من فی السماء (الملک 14)

(ترجمہ) کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو جس کی حکومت آسمان میں بھی ہے۔

اس آیت کریمہ میں مَنْ کا لفظ عام ہے، لیکن اس سے مراد صرف ذات باری ہے۔

حدیث میں ہے۔

اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (بخاری ص1003 ج2)

(ترجمہ) تم سے پہلے لوگ محض اس لئے ہلاک ہوئے کہ انج

اس حدیث میں مَن کا لفظ عام ہے، اور مراد خاص ہے، یعنی گنہگار لوگ۔

اسی طرح "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ" اگرچہ عام ہے مگر مذکورہ بالا آیت کریمہ اور صحیح احادیث و آثار کے قرینہ سے اس عام میں تخصیص ہے، اس سے مراد منفرد اور امام ہیں۔ مقتدی اس سے مستثنٰی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی شرح میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ.

(ترمذی ص42 ج1، باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کا معنی و مقصود یہ ہے کہ جب تنہا نماز پڑھے تب فاتحہ ضروری ہے۔ یعنی مقتدی کو یہ حدیث شامل نہیں۔

امام ابوداؤدؒ نے سفیان بن عیینہؒ سے یہی تشریح نقل کی ہے۔

قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ (ابوداؤد ص126 ج1 باب من ترک القراءۃ فی الصلوۃ)

جواب 2: اور اگر حدیث لا صلوۃ کو عام رکھا جائے اور کہا جائے کہ یہ مقتدی کو بھی شامل ہے تو پھر آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ اور حدیث مرفوع مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ

قِراءۃ لہ کی دلالت سے قرأت کو نماز تسلیم کرنا ہوگا کہ قرأت حقیقی ہو یا حکمی، مقتدی جیسے آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ اور صحیح حدیث وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا کی وجہ سے قرأت حقیقی ممنوع ہے۔ لیکن صحیح حدیث مَنْ کَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ کی بنا پر قرأت حکمی اس کیلئے کافی و وافی ہے۔

مخالفین سے سوال

(i) ایک صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری نمازیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے ادا فرمائی تھیں، ان میں آپ نے ابوبکرؓ کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی تھی؟ بلکہ ہماری پیش کردہ حدیث نمبر 39 سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مرض الوفات کی آخری نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے ادا ہوئی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ نہیں ہے۔

(ii) ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ جو مقتدی رکوع میں ملے اور اس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کو رکعت کا دوہرانا فرض یا واجب ہے؟

(iii) ایک صریح آیت یا صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض یا واجب ہے جو نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے اور باقی 113 سورتوں میں سے کوئی سورت امام کے پیچھے پڑھنا منع اور حرام ہے؟

(iv) حدیث میں آیا ہے کہ لَا جُمُعَةَ اِلَّا بِخُطْبَةٍ (خطبے کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا) کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہر شخص الگ الگ اپنا خطبہ پڑھے گا یا امام کا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اگر خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے تو یہاں بھی الفاظ اصولاً یکساں ہیں۔ آپ والی حدیث کے بقول بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی تو پھر خطبہ کی طرح امام کی فاتحہ سب مقتدیوں کی طرف سے ادا کیوں نہیں ہوتی؟

فاتحہ کے بعد آمین کہنا

(49) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا ۝

(بخاری ص108 جلد اول وباقی صحاح ستہ، مشکوۃ ص79)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

آمین آہستہ کہنا چاہئے

(50) حضرت عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اٰمِیْنُ دُعَاءٌ

(بخاری ص107 جلد اول)۔

آمین دعا ہے۔

اور دعا کا اصول وقاعدہ اخفاء ہے۔

(51) ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ط

(ترجمہ) عاجزی کے ساتھ اور آہستہ اپنے رب سے دعا کیا کرو۔

(52) دوسرے مقام پر ارشاد رحمانی ہے۔

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا (مریم آیت نمبر3)

(ترجمہ) جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

مشہور مفسر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آمین آہستہ کہنے

کے مسئلہ میں حنفیہ کے موافق ہو گئے ہیں۔ اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے حنفیہ کا استدلال بہت قوی اور صحیح ہے۔

قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى اخفاء التامين افضل و قال الشافعي رحمه الله تعالى اعلانه افضل و احتج ابو حنيفة رحمه الله تعالى على صحة قوله قال في قوله آمين وجهان احدهما انه دعاء والثاني انه من اسماء الله تعالى فان كان دعاء وجب اخفاءه لقوله تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية وان كان اسما من اسماء الله تعالى وجب اخفاءه لقوله تعالى واذكر ربك في نفسك تضرعا وخيفة فان لم يثبت الوجوب فلا اقل من الندبية ونحن بهذا القول نقول.

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو" اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے" پس اگر وجوب ثابت نہ ہو تو کم از کم استحباب وافضلیت تو ثابت ہوگی اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

(53) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فرفعوا اصواتهم بالتكبير الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصم ولا غائبا

إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ الخ

(ترجمہ) (کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر۔ لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو تم بہری اور غائب ہستی کو تو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو اس ہستی کو پکار رہے ہو، جو قریب ہے سننے والی ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ (لہذا تمہاری پکار و دعا آہستہ ہونی چاہیے۔)

یہ حدیث بخاری شریف کے متعدد ابواب میں مروی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الجہاد ص 605 جلد 2، کتاب الدعوات، کتاب القدر، کتاب التوحید اور مسلم ص 346 جلد 2 کتاب الذکر، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد

(54) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ o

(مسند احمد ص 172 ج 1، ص 180 ج 1 و ابن حبان و بیہقی فی شعب الایمان)۔

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔

امام جلال الدین سیوطی الشافعی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (الجامع الصغیر ص 8 ج 2)

علامہ عزیزی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (السراج المنیر ص 262 ج 2 طبع مصر)

(55) ایک اور حدیث میں ہے۔

خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ o

(ترجمہ) کہ سب سے بہتر دعا آہستہ دعا ہے۔

(صحیح ابن حبان، فتح الملہم ص 52 جلد 2 شرح مسلم)۔

قرآن و حدیث کی ان ہدایات کی روشنی میں دعا کا اصول و ادب خفا ہے۔ البتہ جہاں

پر شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دعا کے جہر کی تعیین کر دی جائے تو وہاں پہ جہری مطلوب ہوگا۔

(56) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ وَ اَخْفٰی بِہَا صَوْتَہٗ○

(ترمذی 34 ج 1، ابوداؤد طیالسی، دارقطنی، مستدرک حاکم، مسند احمد، مسند ابویعلیٰ، طبرانی، کتاب القراءت للبیہقی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو فرمایا آمین اور اس میں اپنی آواز کو پوشیدہ کیا یعنی اونچی آواز سے آمین نہیں کہا۔

محدث حاکم فرماتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح الاسناد (نصب الرایہ ص 369 جلد اول، عمدۃ القاری شرح بخاری ص 50 جلد 6)

(57) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّہٗ حَفِظَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَکْتَتَیْنِ سَکْتَۃً اِذَا کَبَّرَ وَ سَکْتَۃً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَۃِ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○

(ترجمہ) حضرت سمرۃ بن جندبؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کیے ہیں۔ ایک جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرماتے دوسرا جب آپؐ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قرأت سے فارغ ہوتے۔

(ابوداؤد ص 120 جلد اول باب السکتۃ عند الافتتاح، ابن ماجہ، مسند دارمی نحوہ، مشکوٰۃ ص 77)

اس کی سند قوی ہے۔ علامہ قاری مرقات شرح مشکوٰۃ ص280 ج2 پر لکھتے ہیں۔

قَالَ ابن حجر رواہ ابو داؤد و سندہ حسن بل صحیح

(ترجمہ) ابن حجرؒ فرماتے ہیں اسکی سند حسن بلکہ صحیح ہے۔

اس قوی مرفوع حدیث میں دو سکتوں کا ذکر ہے۔ پہلا سکتہ ثناء ودعا کیلئے تھا اور دوسرا سکتہ آمین کیلئے بس اسی سکتہ اور خاموشی میں آمین اور ثناء آہستہ کہتے تھے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص280 جلد2)

(58) حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَ عَلِیٌّ یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَلَا بِاٰمِیْنَ o

(ترجمہ) حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔

(تہذیب الآثار لابن جریر، شرح معانی الآثار للطحاوی ص150 ج1، عمدۃ القاری شرح بخاری ص52 ج6)

(59) خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

اَرْبَعٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاٰمِیْنَ وَاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ o

(ترجمہ) امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اور آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد۔

(کنز العمال ص249 ج4، محلی ابن حزم، فتح الملہم شرح مسلم ص52 ج2، معارف السنن شرح ترمذی ص413 ج2)

فائدہ: مفسر طبریؒ فرماتے ہیں۔ آمین بالجہر اور آمین بالاخفاء دونوں ثابت ہیں، لیکن آمین

بالاتفاق راجح ہے جیسا کہ یہ ہے۔

إذ كان أكثر الصحابة والتابعين على ذلك ۔

(ترجمہ) کیونکہ اکثر صحابہ وتابعین اسی اخفاء پر متفق تھے۔

(الجوہر النقی مع البیہقی ص58 جلد دوم)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ محققین نے مذکورہ بالا دلائل اور احادیث و آثار کے قرینہ سے ان احادیث کے جواب دیئے ہیں۔

نمبر 1 بعض اوقات لوگوں کو تعلیم کے لئے جہر کیا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر آمین کہی جاتی ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس جواب کی تائید ہوتی ہے۔

(60) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قال آمين حتى يسمع من يليه من الصف الأول ٥

(ابوداؤد ص143 ج1، ابن ماجہ)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سنتے۔ (دور تک سب نہ سنتے)

(61) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فقال آمين ما أراه إلا ليعلمنا ٥

(کتاب الاسماء والکنیٰ ص197 جلد اول علامہ ابی بشر الدولابی)۔

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہر سے) آمین کہی میرے خیال میں آپ نے ہمیں

تعلیم دینا چاہتے تھے (اس لئے جہر کیا)۔

یہ حدیث مذکورہ تو جہر کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلیؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں مقتدیوں کی اطلاع کے

لئے قابل اخفاء امور کا بعض اوقات جہر کیا جاتا تھا۔

وَمِنْ هٰذَا اَيْضًا جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّامِينِ ۝

(ترجمہ) اور انہی امور میں سے امام صاحب کا جہر سے آمین کہنا بھی ہے۔

جیسا کہ پہلے تسمیہ کے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ لوگوں کی اطلاع و تعلیم کے لئے

قابل اخفاء امور کا جہر واظہار بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ظہر یا عصر کی نماز میں قرأت کا

جہر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(بخاری ص 105 جلد اول ص 107 ج 1 و مسلم ص 185 جلد اول)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سبحانک اللہم جہر سے پڑھنا۔ (مسلم

ص 172 جلد اول)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ میں (بغرض دعا) فاتحہ جہر سے پڑھنا۔

(نسائی ص 281 جلد اول)

حضرت ابوہریرہؓ کا اعوذ باللہ جہر سے پڑھنا۔ (کتاب الام ص 93 جلد اول امام شافعی)

تو آمین کا جہر بھی اسی باب میں داخل ہے۔

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص 52 ج 2 معارف السنن شرح جامع ترمذی ص 406 جلد دوم)

نمبر 2 دوسرا جواب یہ ہے کہ جہر کی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یا ابتدائی دور پر محمول ہیں۔

آخری دور کا عمل اور صحیح عمل آمین کا اخفاء ہے۔ جس کو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ

اور جمہور صحابہؓ و تابعینؒ نے اختیار کیا ہے۔

احقر کے استاد محترم مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑویؒ تحقیق مسئلہ آمین کے تحت غیر مقلد سلفیوں کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ:

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

1- قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے کہ مقتدی صرف چھ رکعتوں میں امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

2- آنحضرت ﷺ کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

3- صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ آنحضرت ﷺ کے مقتدی آپ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

4- خلفاء راشدینؓ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتداء چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدینؓ کے مقتدی ان خلفاء کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ جب قرآن ان کے سر پہ ہاتھ نہیں رکھتا اور بخاری و مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے، باقی اصحاب صحاح نے بھی ان قیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار دے دیا ہے تو آخر یہ کس بھروسے پہ مسلمانوں میں سر چھول کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا کہ مقتدیوں کی آمین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صریح حدیث ہے؟ انہوں نے فرمایا بخاری و مسلم وغیرہ میں تو کچھ نہیں صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ترک الناس التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے اور رسول پاک ﷺ جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے تھے، یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے پھر مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ ص 61) میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا؟ اس نے کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحتاً تو موجود نہیں لیکن مسجد کے گونجنے سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ مقتدیوں کی آواز ہی سے گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے، تو آپ نے یہ شیطانی کام کر کے اپنی اہلحدیثی شان کو داغدار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود بے بنیاد ہے، اور عقل و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں، ذرا سنئے۔

1- یہی روایت ابوداؤد ج 1 ص 94 اور مسند ابو یعلی، آثار السنن ج 1 ص 94 پر بھی موجود ہے مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں ہے۔

2- اس کی سند کا راوی بشیر بن رافع ہے۔ میزان الاعتدال ج 1 ص 147 پر امام بخاری، امام احمد، احمد ابن معین، امام نسائی سے اس کا ضعیف ہونا نقل کر کے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے کہ یہ روی اشیاء موضوعہ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا اور علامہ ابن عبدالبر

نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

3- اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔ کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد و عناد برپا کیا جا رہا ہے۔

4- یہ جملہ قرآن پاک کے صراحتاً خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی لیکن آپ کے خلاف میں مقتدیوں کی آواز آنحضرت ﷺ کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اپنی آوازوں کو نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو ورنہ تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ خاص طور پر مسجد میں اور خاص حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

5- اس جھوٹی روایت میں مسجد نبویؐ کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے اس جملے پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی اس کا یہ حال ہے کہ قرآن کی بارگاہ میں اس جملے کا گزر نہیں ہو سکتا، عقل نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

6- اب یہ بھی سنئے کہ خودغرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا، علم و عقل سے منہ موڑا، سب صحابہؓ کی نمازوں کو برباد مان لیا لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ بند کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ترک الناس التامین لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں تو آمین بالجہر کا ذکر ہے کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر کے ثبوت ہی میں پیش کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس جملے سے ایک شخص کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا وصال 59ھ میں ہوا ہے اور آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین میں سے ایک شخص بھی بلند آواز سے آمین نہ کہتا تھا کیونکہ صحابہؓ کا دور 90ھ تک ختم ہے اور اس وقت لوگ صحابہؓ یا تابعین ہی تھے۔

7- میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت آپ نے پلے باندھی تھی لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعت اور گیارہ رکعت کی تفصیل اس میں بھی نہیں، یہ آپ نے کہاں سے لیا کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعت میں آہستہ۔

اب اس شخص کی حالت قابل دید تھی شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ میں نے دو تین بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ تو فرمایئے، آخر نہایت شرمسار ہو کر کہنے لگا کہ جناب اس بارے میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کام شیطان ہے، آپ سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس سے رد کر کے پڑھ جوئیا کرتے ہیں۔ آخر آج یہ کیا قصہ ہے، خیر بتایئے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہے اور گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے؟

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک کے تابع ہے۔ اگر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب، کسی نے خوب کہا ہے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا

باپ ہے، محترم یہ تو بتایئے کہ کیا آپ کے مقتدی امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں؟ کہنے لگا نہیں، میں نے کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں تو آپ کے قیاس کے مطابق بھی ان کو آمین آہستہ آواز میں کہنی چاہیے، اب تو اس پر سکتہ طاری تھا، کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار کہ ان سے ڈر کر قرآن سے منہ موڑا، عقل کو چھوڑا، صحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا، شیطان کی خاطر بری بھی کی مگر مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گور و کفن تڑپ رہا تھا اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا اور فبہت الذی کفر کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی، میں نے پوچھا جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتداء میں چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا، یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے یا رسول اللہ ﷺ کا، کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے نہ رسول کا، میں نے کہا کیا آنحضرت ﷺ کے مقتدی ایسا کرتے تھے یا خلفائے راشدینؓ کے مقتدی؟ کہنے لگا ان سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا آخر یہ مقتدیوں کو مسئلہ کہاں سے بتایا؟ اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے امن ابن الزبیرؓ ومن من خلفه حتی ان للمسجد للجة (ص 18 ج 1) کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آمین کہی اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی۔ یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ میں نے کہا یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں ہو سکا۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی سال بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر آپ پہلے یہ بتائیں کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند ہے؟ کہنے لگا نہیں، بخاری نے اگرچہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی لیکن امام بخاریؒ کی تعلیقات حجت ہیں کیونکہ ہمیں ان کی علمی مہارت پر کلی اعتماد ہے۔ میں نے کہا یہی اعتماد تو تقلید ہے، افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جان ہے کہ ترک کی دلدل میں پھنس کر بھی اس

کی توحید میں فرق نہیں آتا۔

پھر اس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اور اس سے سنت کیسے ثابت ہوگی اور اس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آمین نماز کے اندر تھی یا نماز کے بعد اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد تھی یا قنوت نازلہ کے وقت جب اس میں اتنے احتمالات ہیں تو استدلال کیسا؟

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے یا شرک اور اگر جناب نے ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ عیدین میں اذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی (معارف السنن ص 460 بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار ج 1 ص 147 ابن ابی شیبہ ج 1 ص 98 میں ہے کہ وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے (ص 120 ج 1) سند بے بانس نہ بجے بانسری۔

کہنے لگا عطا نے دو سو صحابہؓ کو آمین کہتے دیکھا۔ میں نے کہا سرے سے یہی ثابت نہیں کہ عطا کی ملاقات دو سو صحابہؓ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت کسی ایک شہر میں دو سو صحابہؓ موجود ہوں۔

اس کے بعد جب خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح شروع ہوئیں اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیرؓ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو؟

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

. ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے، کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے، کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آنحضرت ﷺ کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدینؓ کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے اس لئے مقتدیوں کے مسئلے کو ہم نے اسی پر قیاس کرایا ہے۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آ کر ٹوٹی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں اس کو کار شیطانی کہا جاتا ہے اور اندرون خانہ قیاس کے سامنے سجدے کئے جاتے ہیں۔

اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے؟ کہنے لگے جب امام بلند آواز سے کہتا ہے، مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

میں نے کہا: اولاً تو امام کیلئے بھی یہ ثابت نہیں تو بناء قیاس ہی غلط ہے، دوسرے یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ سمع اللہ لمن حمدہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے تو جناب کے قیاس میں مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آواز سے کہنا چاہیے۔ اب تو مجھے کہنا پڑا:

در
کفر
ہم
ثابت
نہ
ای
زنار
را
سوا
مکن

(تجلیات صفدر ص 132 جلد سوم)

مولانا اوکاڑویؒ اسی مسئلہ آمین کی تحقیق میں آخر میں فرماتے ہیں:

غیر مقلد سلفیوں کا آخری حربہ

غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہو جاتا ہے، مسند اجتہاد سنسان ہو جاتی ہے تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں، کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ جو آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے، یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں، حسد کرتے ہیں۔

حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں، یہ بھی بالکل جھوٹی ہے۔ اولاً تو ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں طلحہ بن عمرو جو سخت ضعیف ہے (دیکھو تہذیب التہذیب ج 5 ص 25 اور نیل الاوطار ج 2 ص 229)

حدیث عائشہؓ بھی ضعیف ہے پھر اس میں آمین کے ساتھ سلام اور "ربنا لک الحمد" کا بھی ذکر ہے۔ دیکھو بیہقی سنن کبریٰ ج 2 ص 56 بلکہ تو قبلہ کا بھی ذکر ہے (مجمع الزوائد ج 1 ص 148)

تو غیر مقلدین جو سلام اور "ربنا لک الحمد" بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم 2/3 یہودی تو ہو گئے اور اگر اکیلے نماز پڑھیں تو پھر تو آمین بھی آہستہ کہتے ہیں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اصل بات یہ ہے کہ حسد کیلئے صرف علم ضروری ہے، جہر ضروری نہیں "ربنا لک الحمد" آہستہ کہا جاتا ہے مگر یہود کو علم ہے تو حسد کرتے ہیں۔

دیکھو ہم اہلسنت والجماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں تو غیر مقلدین یہودیوں سے بھی زیادہ جلتے ہیں کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی آمین کہنے والوں کو مناظرے کا چیلنج دیا، نہ ان کے خلاف رسالے لکھے نہ ان کی مسجدوں میں فتنہ فساد کھڑا کیا۔ اس کے برعکس حنفی جب آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے، تقریریں کرتے ہیں، رسالے لکھتے ہیں، گالم گلوچ اور دنگا فساد پر اتر آتے ہیں۔

حسد کے معنی

حسد کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے) میں کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو اس لئے حاسد کی قسمت میں صرف جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف پروپیگنڈہ کرے گا گالی گلوچ پر اتر آئے۔

اب بتائیے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال ہے یا زیادہ ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے کہ آمین بالجہر پر حضور اکرم ﷺ نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جب وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا اس لئے ہم پر جلتے ہیں۔

جب وہ جرأت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت! ہاں البتہ احناف جو آہستہ آمین کہتے ہیں اس میں ان کو فرشتوں کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور قرآن پاک سے آہستہ دعا پر خدا کی رحمت کا تذکرہ ملتا ہے اور ایک روایت سے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی موافقت کا اجر بھی مزید ہے تو احناف کی آمین پر حسد کیا جا سکتا ہے۔

یہ وہ بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے سے فرشتوں کی موافقت، نبی کی موافقت، گناہوں کی معافی، خدا کی رحمت اور ستر گنا ثواب ان کو مل رہا ہے چنانچہ سلام اور "ربنا لک الحمد" پر بھی ان کا حسد ہے کہ احناف سب آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے جو ستر گنا ثواب سے محروم ہیں فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں اور اکثر امت کے نزدیک [illegible] بالجہر بدعت ہے اس میں بدعت کا شبہ ہے پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان انکم لا تدعون اصم ولا غائبا (بے شک تم بہرے کو نہیں پکارتے ہو) کہ ان کی آمین میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب جانتے ہیں تو بتائیے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگا۔

الغرض اس مسئلے کے بارے میں بھی یہ حاسدین اول تو ضعیف روایت نقل کرتے ہیں، پھر ان میں جہر کا نام تک نہیں، پھر مسئلے کی حقیقت سے بھی یہ بے چارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حاسدین اتنے کم عقل ہوتے ہیں کہ ان کو سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی۔ اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی اور شور و غل اور واویلا۔ آپ کہیں دیکھئے ان روایات میں نہ جہر کا ذکر ہے نہ اخفاء کی تفصیل، نہ کوئی ایسا صریح لفظ جس پر جھگڑا کیا جائے۔ لیکن ان حاسدین نے فوراً احناف پر چڑھائی کرنا شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(تجلیات صفدر ص 149 جلد سوم)

مخالفین سے سوال

(i) ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ ایک نمازی کیلئے آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت مکروہ ہے؟

(ii) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتدیوں کو چھ رکعت میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعت میں (کیونکہ فرائض کی کل سترہ رکعتیں ہوتی ہیں۔ ان میں چھ رکعت میں امام جہری قرات کرتا ہے اور گیارہ رکعات میں آہستہ قرات کرتا ہے) آہستہ آواز سے آمین کہنے کا حکم دیا ہو؟

(iii) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض دکھائیں کہ دور نبوت میں یا دور خلافت راشدہ میں کسی ایک مقتدی نے ایک دن میں فرائض کی چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو؟

رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا

(62) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، جب قیام فرماتے، پھر تکبیر کہتے جب رکوع فرماتے۔

(بخاری ص 109 جلد اول ومسلم، مشکوٰۃ ص 76 جلد اول)

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرنا

(63) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ 238)

(ترجمہ) اللہ کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے کو سکون کے خلاف قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت ناراضگی کے ساتھ رفع یدین سے منع فرمایا بلکہ جانوروں کے عمل کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسا کہ آئندہ آنے والی صحیح مسلم کی حدیث نمبر 67 میں مذکور ہے۔

(64) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون O (المومنون 201)

(ترجمہ) بلاشبہ وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

(65) ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (النساء 77)

(ترجمہ) کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جن کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور نماز قائم کرو۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کفِ ایدی سے مراد نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا حکم ہے۔

(66) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ 14)

(ترجمہ) نماز قائم کرو میرے ذکر کیلئے۔

فائدہ:۔ نماز میں تقریباً ہر مقام و کیفیت کیلئے کوئی نہ کوئی ذکر الٰہی مقرر کیا گیا ہے لیکن بوقت رفع یدین اور جلسہ استراحت میں شریعت مقدسہ کی طرف سے کوئی ذکر الٰہی مذکور نہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ دونوں افعال نماز سے غیر متعلق ہیں ورنہ ان دونوں مواقع کیلئے بھی کوئی ذکر مقرر و مشروع ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ خاشعون کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا یَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَلَا شِمَالًا وَلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(ترجمہ) عاجزی و تواضع کرنے والے دائیں بائیں التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن عباسؓ ص 212)

(67) حضرت جابر بن سمرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ ○

(ترجمہ) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم رفع یدین کررہے ہو۔ گویا کہ وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو یعنی رفع یدین نہ کرو۔

(مسلم ص 181 جلد اول، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ ، ابوداؤد ، نسائی ، مسند امام احمد ، طحاوی)

فائدہ: یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفع یدین ممنوع ہے۔ اس کے مقابلے میں سکون واجب و لازم ہے۔ "فی الصلوۃ" کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے، تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے، پھر اس میں رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بالاجماع وہ اس ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ ہے۔ اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔

حدیث جابر بن سمرۃؓ میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

احقر کے والد شیخ شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ ○

(صحیح مسلم صفحہ 181 جلد 1، سنن نسائی صفحہ 176 جلد 1، ابوداؤد صفحہ 143 جلد 1)

(ترجمہ): "حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس گھر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو"

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے:

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ. وَ اَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ . إِنَّمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ اَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى اَخِيْهِ مَنْ عَلَى يَمِيْنِهِ وَ شِمَالِهِ (صحیح مسلم صفحہ 181 جلد 1)

(ترجمہ): "ہم جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم ہاتھوں سے اشارہ کس لئے کرتے ہو، جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہوں تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو"

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ "کانها اذناب خیل شمس" کا فقرہ آگیا ہے، غالباً ان سے ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں لیکن جو شخص ان دو حدیثوں کے سیاق پر غور کریگا، اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے سے متعلق ہیں اور ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے، چنانچہ

(1) پہلی حدیث میں ہے کہ ہم اپنی نماز میں مشغول تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور دوسری حدیث میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔

(2) پہلی حدیث میں ہے کہ آپ نے صحابہ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی اور دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

(3) پہلی حدیث میں ہے کہ آپ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور دوسری میں ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کا طریقہ بتایا۔

(4) اور پھر یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے اور دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعہ سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے، ایک ہی واقعہ سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شان ورود ایک ہے، تب بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے رفع یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے تو اس سے ہر صاحب فہم یہ سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے اور آپ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقت سلام رفع یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 126 حصہ دوم)

(68) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ

اِلَّا فِی اَوَّلِ مَرَّۃٍ○

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ کو نماز کی عملی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ پھر آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی دفعہ (تکبیر تحریمہ میں) رفع یدین کی۔

(ترمذی ص 35 ج 1، ابوداؤد ص 116 ج 1، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، نسائی ص 161 ج 1، محلی ابن حزم ظاہری ص 88 ج 4، دار قطنی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام محمد، مسند احمد، طحاوی)

یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث حسن (ترمذی ص 35 جلد اول)

علامہ ابن حزم ظاہری نے اس کو صحیح کہا ہے۔

حافظ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں۔

وَ هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَّنَهُ التِّرْمِذِیُّ وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ.

(ترجمہ) یہ حدیث امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور علامہ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تلخیص الحبیر علی شرح المہذب ص 274 ج 3 طبع مصر)۔

(69) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ...... وَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يَرْفَعُهُمَا○

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ

جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے۔

(صحیح ابوعوانہ ص90 جلد دوم و مسند حمیدی ص277 جلد 2)

محدث ابوعوانہؒ امام مسلمؒ کے شاگرد ہیں۔ اپنی تصنیف "صحیح ابوعوانہ" میں صحیح مسلم پر تحقیقی کام کیا ہے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی مزید سندیں جمع کی ہیں۔

(بستان المحدثین ص95، 98)

اور امام حمیدیؒ حضرت امام بخاریؒ کے شیخ و استاذ ہیں۔ (بستان المحدثین ص223)

الغرض دونوں بزرگ عظیم محدث اور ثقہ ہیں ان کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے اور ترک رفع یدین پر صریح اور واضح دلیل ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث بطور استشہاد و تائید کے پیش کی جاسکتی ہیں۔

(70) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ ٥

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین صرف نماز کے شروع (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین فرماتے تھے۔

(دار قطنی، بیہقی، کامل ابن عدی)

(71) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَ اِذَا رَاَى الْبَيْتَ وَ

عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ فِي جَمْعٍ وَ عَرَفَاتٍ وَ عِنْدَ الْجِمَارِ ٥

(ترجمہ) سات مقامات پر رفع یدین کیا جاتا ہے۔ 1۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو اور 2۔ جب بیت اللہ کو دیکھے 3۔ کوہ صفا پر اور 4۔ کوہ مروہ پر 5۔ مزدلفہ میں 6۔ عرفات میں 6۔ جمرات کے پاس۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں رفع یدین ہوتی تو ضرور اسے بھی ذکر کیا جاتا۔

یہ حدیث ابن عباسؓ سے مرفوع بھی مروی ہے اور موقوف بھی۔

مرفوع حدیث طبرانی ۔ جزء رفع الیدین امام بخاریؒ ص 20، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے اور موقوف حدیث مصنف ابن ابی شیبہ ص 237 جلد اول، مسند بزار میں ہے۔

ابن ابی شیبہ کی موقوف حدیث حسن ہے۔ (معارف السنن ص 495 جلد 2)

نیز یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے مرفوع حدیث جزء رفع الیدین امام بخاریؒ، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے۔

اور موقوف حدیث مسند بزار میں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(نصب الرایہ للزیلعیؒ ص 390 ج 1، ص 391 ج 1 اور الدرایہ للحافظ ابن حجرؒ ص 148 جلد اول

(72) حضرت مجاہد تابعیؒ فرماتے ہیں۔

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَؓ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ ٥

(ترجمہ) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص 237 جلد اول، البیہقی فی المعرفۃ طحاوی ص 123 جلد اول)

اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص 138 معارف السنن ص 495 جلد دوم)

حضرت مجاہد دس سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت و خدمت میں رہے

ہیں۔ اس طویل مدت کے دوران انہوں نے ایک بار بھی ابن عمرؓ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ اس کا مطلب ہے کہ حکم رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔ (فیض الباری شرح بخاری ص 172 جلد اول)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہو گیا تھا۔ اگر عہد نبوت کے آخری دور میں رفع یدین کا عمل متروک نہ ہوتا تو خلفائے راشدینؓ (بالخصوص حضرت عمرؓ حضرت علیؓ) جو اپنے دور میں سب کے امام و پیشوا تھے وہ اسے ہرگز ترک نہ کرتے۔ اور نہ ان کے ترک پر صحابہ کرامؓ خاموش رہتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ عہد نبوت میں وحی الٰہی سے دوسرے احکام کی طرح نماز کے احکام کی تکمیل تدریجاً ہوتی رہی ہے۔

نماز میں پہلے کلام و سلام جائز تھا، جو بالاجماع بعد میں منسوخ ہوا جیسا کہ درج ذیل صحیح مرفوع احادیث سے واضح ہے۔

(73) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۔ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ ۔

(ترجمہ) حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتی کہ وقوموا للہ قانتین نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(بخاری ص 160 جلد اول باب ما ینہی من الکلام فی الصلوٰۃ، مسلم ص 204 جلد اول باب تحریم

الاولی قائماً کرتے حضرت مالکؒ کی مدونہ والی حدیث لائے ہیں۔

نسائی کی یہ حدیث صحیح ہے۔ (فتح الباری ص 185 جلد دوم)

سجدہ میں رفع یدین درج ذیل احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(75) حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث۔ (مسند ابو یعلیٰ سند صحیح)

(76) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث۔ (طبرانی سند صحیح)

(77) حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث۔ (دارقطنی سند صحیح)

(78) حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث۔ (نسائی)

(79) حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث۔ (ابن ماجہ)

دوسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین

(80) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

واذا قام من السجدتین رفع یدیہ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔

(ابوداؤد ص 116 جلد اول، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد)

امام احمد اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ص 204 جلد اول)

(81) رفع یدین حضرت ابن عباسؓ حضرت مالک بن حویرثؓ کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ جو نسائی اور طحاوی میں مروی ہیں۔ (اوجز المسالک ص 204 جلد اول)

تیسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین

امام بخاری نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین

دو رکعت کے بعد اٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔

(82) پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں۔ جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی۔

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ وَ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ رَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ص 102 ج 1، ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابن عمرؓ . . جب دو رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان کیا ہے۔ نیز یہ رفع یدین حضرت ابو حمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔

(ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ)

نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین

(83) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلٰوةِ.

(مسند امام احمد)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین فرماتے تھے۔

(84) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز کے متعلق ہے اس میں بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد ص 115 جلد اول)

حاصل کلام

جس طرح ان مختلف مقامات کی رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود آئمہ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہیں اور متروک ومنسوخ ہیں ورنہ مخالفین بتلائیں کہ وہ ان صحیح احادیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ یقیناً وہ کہیں گے کہ منسوخ ہیں بس اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنفیہ ودیگر محققین علماء اور محدثین وفقہاء کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی وجہ سے متروک ومنسوخ ہیں۔

بالخصوص صحیح مسلم کی قولی مرفوع صحیح حدیث نمبر 67 اسکنوا فی الصلوٰۃ میں تو صراحت کے ساتھ رفع یدین نہ کرنے کا حکم اور امر ہے۔

چنانچہ ایک اور مقام پر ترجمان اہلسنت والجماعت شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (نور اللہ مرقدہ) مسئلہ رفع یدین کی حقیقت کھولتے ہوئے مخالفین کے دلائل کا ٹھوس اور مسکت جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

رفع یدین کے مسئلہ میں بھی حنفیہ کا موقف ٹھیک سنت نبوی کے مطابق ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اول

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین باجماع امت مستحب ہے اگرچہ بعض حضرات وجوب کے بھی قائل ہیں۔ اور باقی مقامات میں اختلاف ہے۔ (نووی: شرح مسلم ص 168 ج 1) اور اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات بھی مختلف وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین کا عمل

بھی مختلف رہا ہے۔ چنانچہ:

(1) بعض روایات میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (اس سلسلہ کی احادیث آگے ذکر کی جائیں گی)۔

(2) بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے یہ چونکہ خود سوال میں مذکور ہے اس لئے اس کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔

(3) بعض روایات میں سجدہ کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نسائی ص 165، 1/2 ج 1)

(4) بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث ابن عباسؓ... ابوداؤد ص 108 نسائی ص 172 ج 1)

(5) بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے (مثلاً حدیث وائل بن حجرؓ) واذا رفع راسہ من السجود (ابوداؤد ص 105)

(6) بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(مثلاً حدیث ابن عمرؓ صحیح بخاری ص 102 ج 1) واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ O حدیث ابی حمید الساعدی ابوداؤد ص 106 ج 1 ترمذی ص 40 ثم اذا قام من حدیث ابی ہریرہ ابوداؤد ص 108، حدیث ابن عمر ابوداؤد ص 109، حدیث علی ابوداؤد ص 109، ص 111)

(7) بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض ورفع) کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (مثلاً حدیث عمیر بن حبیب ابن ماجہ ص 62 یرفع یدیہ مع کل تکبیر)

رفع یدین کی یہ تمام صورتیں احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں۔ اور سلف صالحین کے

یہاں معمول بہا رہی ہیں، لیکن امام شافعیؒ واحمدؒ صرف تین موقعوں پر رفع یدین کو مستحب سمجھتے ہیں باقی جگہ نہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور مشہور اور معتمد علیہ روایت کے مطابق امام مالکؒ صرف تحریمہ کے وقت مستحب سمجھتے ہیں باقی جگہ نہیں۔ جس طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ باقی مقامات کے رفع یدین کو ترک کرنے کی وجہ سے تارک سنت نہیں کہلاتے اور نہ ان کے بارے میں کوئی شخص یہ کہے گا کہ وہ سنت کو اختیار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اسی طرح اگر امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دلائل و ترجیحات کی بنا پر یہ محقق ہوا کہ تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اور باقی مواقع میں ترک رفع یدین سنت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو تارک سنت کا خطاب دیا جائے۔ یا سنت کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ کا الزام دیا جائے۔

دوم

تین مقامات (تحریمہ۔ رکوع اور قومہ) میں رفع یدین کی جو احادیث مروی ہیں ان میں خاصا انتشار و اضطراب ہے اور مختلف طریق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں، مثال کے طور پر یہاں ان دو حدیثوں کا ذکر مناسب ہوگا جو رفع یدین کی احادیث میں سب سے اصح اور سب سے قوی سمجھی جاتی ہیں اور امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے صحیحین میں رفع یدین کے استدلال میں صرف انہی دو حدیثوں پر اکتفا کیا ہے ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو اس باب کی سب سے صحیح ترین حدیث سمجھی جاتی ہے اور دوسری حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اس سے دوسرے درجہ پر ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے طرق ملاحظہ ہوں

(1) مدونۃ الکبریٰ ص 71 ج 1 میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور اسی روایت کی بنا پر امام مالک نے ترک رفع یدین کو اختیار کیا۔

(2) امام بخاری کے استاد امام حمیدی کی مسند (ص 277 ج 2 میں اور صحیح ابوعوانہ ص 90 ج 2) میں تحریمہ کے سوا باقی مقامات میں رفع یدین کی نفی ہے۔ (یہ حدیث آگے ترک رفع یدین کے دلائل میں نمبر 1 پر ذکر کروں گا)

(3) موطا امام مالک کی روایت میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے تحریمہ کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور سجدوں میں رفع یدین کی نفی ہے۔

(4) صحیح بخاری ص 102 ج 1 اور صحیح مسلم ص 168 ج 1 کی روایت میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔

(5) صحیح بخاری ص 102 ج 1 کی ایک روایت میں ان تینوں جگہوں کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(6) امام بخاری کے رسالہ جزء القراءۃ (ص 10 اور مجمع الزوائد ص 102 ج 2 وغیرہ) کی روایت میں ان چار جگہوں کے علاوہ سجدہ کے لئے رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

(7) امام طحاویؒ کی مشکل الآثار کی روایت میں ہر اونچ نیچ (کل خفض و رفع) رکوع و سجود، قیام و قعود اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ص 185 ج 2 بحوالہ معارف السنن ص 474 ج 2)

حدیث مالک بن حویرثؓ کے طرق

(1) صحیح بخاری ص 102 ج 1 و صحیح مسلم 168 ج 1 کی روایت میں صرف تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

(2) سنن نسائی ص 165 ج 1 کی ایک روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ چوتھی جگہ سجدہ سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(3) اور سنن نسائی ہی کی ایک روایت میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے تین مندرجہ بالا مقامات، سجدہ کو جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے۔ (ص 165 ج 1)

(4) اور مسند ابو عوانہ ص 95 ج 2 کی روایت میں ہے

"کان یرفع یدیہ حیال اذنیہ فی الرکوع والسجود"

ترجمہ "رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے"۔

یہ ان دو حدیثوں میں اختلاف روایت کا نقشہ ہے جو محدثین کے نزدیک رفع یدین کے باب میں سب سے قوی اور سب سے صحیح ہیں اور جن پر امام بخاری و مسلم نے اکتفا کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس اختلاف کی موجودگی میں کسی ایک روایت کو لے کر باقی روایات کو ترک کرنا ہوگا،

اس لئے اگر امام شافعی و احمد یا ان دونوں کے متبعین نے ایک روایت کو ترجیح دے کر باقی صحیح روایات کو ترک کر دیا تو ان پر ترک سنت کا الزام نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ سنت کی جو مختلف صورتیں مروی ہیں ان میں سے ایک سنت کو انہوں نے اختیار کر لیا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ، مالک اور ان کے متبعین نے بھی ان صورتوں میں سے سنت کی ایک صورت کو اختیار کیا ہے، اس لئے ان کو بھی ترک سنت کا الزام دینا صحیح نہیں۔ امام بخاری اور امام شافعی کو کوئی شخص یہ الزام نہیں

دے سکتا کہ چونکہ انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین فی السجود کو اختیار
نہیں کیا اس لئے وہ سنت کو اپنانے سے ہچکچاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ان کے نزدیک اس
سنت کے مقابلہ میں ترک رفع یدین کی سنت راجح ہے، اور یہ روایات مرجوح ہیں۔ اس لئے وہ
اس سنت پر عامل ہیں۔ یہی نیک گمان امام ابو حنیفہ، امام مالک اور ان کے مقتداؤں اور مقتدیوں
کے بارے میں بھی رکھنا چاہیے اور اگر کوئی شخص آئمہ ہدیٰ اور سلف صالحین کے حق میں اس قدر
حسن ظن سے بھی محروم ہے تو ہم اس کے حق میں دعائے خیر ہی کر سکتے ہیں۔

سوم

فریق مخالف میں سے بعض حضرات جنہوں نے رفع یدین کے مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے ان
کے طرز نگارش سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین
کرنا سنت نبوی ہے اور ترک رفع یدین گویا ایک بدعت ہے جو حنفیوں نے گھڑ لی ہے، حاشا وکلا کہ
امام ابو حنیفہ اور امام مالک ایسے اکابر آئمہ کوئی بدعت ایجاد کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان مواقع پر
(بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی) جس طرح رفع یدین احادیث سے ثابت ہے گو بعض
صورتیں معمول بہا نہیں اسی طرح تکبیر تحریمہ کے سوا باقی مواضع میں ترک رفع یدین بھی سنت
متواترہ اور سلف صالحین کے توارث و تعامل سے ثابت ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ امام مالک جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک یا دو
واسطوں سے شاگرد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا
عمل گویا ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، جن کو محدثین "امام دارالہجرت، رأس المتقین وکبیر
المثبتین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اور جن کی روایت کو (عن نافع عن ابن عمرؓ) امام بخاری

وغیرہ واضح الفاظ میں موجود اور مصادر المذہب شمار ہوتے ہیں رفع یدین کی پوری احادیث ان کے سامنے ہیں ان کے باوجود مدونہ کبریٰ (ص 71 ج 1) میں ان کا ارشاد نقل ہے:

قال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ قال ابن القاسم وکان رفع الیدین عند مالک ضعیفا۔

ترجمہ: "امام مالکؒ نے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز کی کسی تکبیر میں، میں رفع یدین کو نہیں جانتا، نہ کسی جھکنے کے موقع پر نہ کسی اٹھنے کے موقع پر، ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین ضعیف تھا"۔

مدینہ طیبہ مہبط وحی، مہاجرین و انصار کا مسکن، اجلہ صحابہؓ کا مدفن اور تین خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دارالخلافہ ہے۔ اسی مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر امام مالکؒ، جو اہل مدینہ کے علوم کے وارث ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے سوا کسی تکبیر میں رفع یدین سے واقف نہیں ہوں۔ انصاف کیجئے اگر ترک رفع یدین تواتر سے ثابت نہ ہوتا اور خلفائے راشدین سے لے کر دور تابعین تک اہل مدینہ میں ترک رفع یدین کی سنت رائج نہ ہوتی، تو کیا امام دارالہجرت راس المتقین وسلطان المحدثین یہ فرما سکتے تھے کہ میں تحریمہ کے سوا نماز کی کسی تکبیر میں رفع یدین سے واقف نہیں ہوں۔ اور کیا ان کے شاگرد عبدالرحمن بن قاسمؒ یہ نقل کر سکتے تھے کہ رفع یدین امام مالکؒ کے نزدیک ضعیف مسلک تھا؟

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 111 حصہ دوم)

مخالفین سے سوال

(i) ہم نے صحیح مسلم کی صحیح قولی حدیث 67 پیش کر دی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ نماز میں رفع یدین کو سرکش گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ بھی دی ہے، آپ صرف ایک اسی طرح کی صحیح صریح قولی حدیث پیش فرمائیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ کرنے والے کی نماز باطل قرار دی ہو؟

(ii) چار رکعات میں غیر مقلد سلفی حضرات کے ہاں رفع یدین کرنے کے دس مقامات یہ ہیں: پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں اور چار رکوع سے پہلے اور چار رکوع کے بعد۔ ان میں سے ایک بھی جگہ رفع یدین چھوڑنے کو غیر مقلد سلفی خلاف سنت سمجھتے ہیں۔

رفع یدین چھوڑنے کے اٹھارہ مقامات یہ ہیں۔ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور آٹھوں سجدوں کو جاتے اور اٹھتے وقت۔ ان اٹھارہ مقامات پر یہ غیر مقلد سلفی بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے: ایک صحیح صریح قولی حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس مقامات پر ہمیشہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہو اور اٹھارہ جگہ پر رفع یدین سے ہمیشہ کے لئے منع کیا ہو یا ایک صحیح صریح فعلی حدیث دکھلائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان دس جگہوں پر رفع یدین کرتے تھے اور اٹھارہ جگہ کبھی نہیں کرتے تھے بلکہ کسی ایک خلیفہ راشد سے یا عشرہ مبشرہ سے یا کسی مہاجر یا انصاری صحابی سے ہی صحیح سند تو کجا کسی ضعیف سند سے ہی دکھا دیں کہ اس نے دس جگہ پر ہمیشہ رفع یدین کا حکم دیا ہو یا خود ہمیشہ کیا ہو اور اٹھارہ جگہ رفع یدین سے ہمیشہ منع کیا ہو!؟

اس مسئلہ میں مدلل بحث کرنے کے بعد شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ترک رفع یدین کے پہلو کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترک رفع یدین کے وجوہ ترجیح

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے ترک رفع یدین کا عمل متواتر ہے، اب یہ معلوم کر لینا بھی مناسب ہے کہ اہل کوفہ، حنفیہ اور اہل مدینہ مالکیہ نے ترک یدین کو کن وجوہ سے راجح قرار دیا۔

(1) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عمل اوفق بالقرآن ہو وہ راجح ہے۔ قرآن کریم میں ان مومنین کی مدح فرمائی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں:

"الذین ھم فی صلوتھم خاشعون"۔ (المومنون:2)

(ترجمہ) (جو لوگ کہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں) اور خشوع کے معنی سکون کے ہیں"۔

گویا نماز میں جس قدر ظاہری و باطنی، قلباً و قالباً سکون ہو گا اسی قدر خشوع ہو گا۔ اور جابر بن سمرہ بن جناب رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر 67 سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین سے منع کرتے ہوئے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہے۔

(2) اوپر روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی متعدد مواضع میں ہوتا تھا۔ مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے۔ اور تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ دو جگہوں میں اختلاف ہے۔

پس حنفیہ و مالکیہ نے متفق علیہ کو اختیار کر لیا، اور جس چیز میں اختلاف اور تردد تھا اسے ترک کر دیا۔

(3) نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں "تحویلات ثلاثہ" کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، اس کے برعکس یہ نہیں ہوا کہ پہلے نماز میں سکون ہو، پھر حرکات شروع ہوئی ہوں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ترک رفع یدین تھا۔

(4) امام حازمی نے متعارض روایات میں ترجیح کے جو اصول بیان فرمائے ہیں ان میں سے دوسرا اصول یہ بیان کیا ہے۔ کہ ایک روایت کا راوی اگر حفظ واتقان میں دوسرے سے بڑھ کر ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔ "الوجه الثاني ان تكون احد الراويين احفظ واتقن"

(5) دسواں اصول یہ لکھا ہے کہ ایک راوی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرب حاصل ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔

"العاشر ان يكون احد الراويين اقرب مكانا من رسول الله صلى الله عليه وسلم فحديثه اولى بالتقديم"۔

(6) گیارہواں اصول یہ لکھا ہے کہ اگر ایک راوی کا اپنے شیخ سے زیادہ تعلق رہا ہو اور شیخ سے طویل صحبت رہی ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔ "الحادي عشر ان يكون احد الراويين اكثر ملازمة شيخه. فان وطول صحبة له زيادة تاثير ليرجع به"۔

(کتاب الاعتبار ص 14)

(7) تیئسواں اصول یہ لکھا ہے: جب دو روایتوں کے راوی حفظ واتقان میں یکساں ہوں مگر ان میں سے ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں اور احکام کے عارف ہوں تو ان کی روایت مقدم ہوگی۔

"الثالث والعشرون: ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم في الحفظ

والاتقان فقهاء عارفين باعتناء الاحكام من منصرات الالفاظ. فالاستر واح الى حديث الفقها اولى''۔(ص 17)

اعظم ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعی کا مناظرہ

امام ابوحنیفہؒ کا جب امام اوزاعیؒ کے ساتھ رفع یدین پر مناظرہ ہوا تو امام اوزاعیؒ نے یہی حدیث پیش کی'' امام سفیان بن عیینہ محدث الحرم المکی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی مکہ کی غلہ منڈی میں ملے۔ امام اوزاعیؒ نے امام اعظم سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟ امام اعظم نے فرمایا: اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث (بغیر معارض کے) نہیں ملی۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: صحیح حدیث کیوں نہیں۔ مجھے زہری نے، اس نے سالم سے، اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تو پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: روایت بیان کی مجھ سے حماد نے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ و اسود سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر شروع نماز میں، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا: میں زہری، سالم اور ابن عمر کی سند پیش کرتا ہوں اور آپ حماد، ابراہیم کی سند بیان کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ امام حماد زہری سے بڑے فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اگرچہ علقمہ سے شرف صحبت میں بڑھے ہوئے ہیں مگر علقمہ تفقہ فی الدین میں حضرت ابن عمرؓ سے کم نہیں۔ ہاں ابن عمرؓ شرف صحابیت میں ممتاز ہیں اور اسود کو بہت فضیلت حاصل ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ ہی

ہیں تو امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے (مسند امام اعظم ص ۱۴۱)

امام صاحبؒ نے امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتا ہے، صحیح ہوں یا ضعیف، ناسخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو، امام اوزاعیؒ اس سے قبل تو رفع یدین کے حامی تھے (الاستذکار ص ۱۲۹ ج ۲) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ چنانچہ ابن سفیان نے جب امام اوزاعیؒ سے پوچھا کہ نماز کی ہر اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا جو قیام میں ہو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا یہ پہلے دور کی بات ہے (جزء رفع یدین بخاری ص ۱۸۳)۔ امام مالکؒ نے تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کو ضعیف فرمایا۔ اور امام صاحبؒ نے لا یصح، بات دونوں کی ایک ہے، مگر غیر مقلدین امام مالکؒ کو تو معاف کر دیتے ہیں لیکن امام صاحبؒ پر خوب جرح کرتے ہیں کہ کتنی حدیثیں صحیح ہیں، امام صاحبؒ نے کیوں فرمایا، کوئی حدیث صحیح نہیں۔ دراصل وہ ابن صلاح دور والی شوافع کی بنائی ہوئی صحیح حدیث کی تعریف کو لیتے ہیں اور خیر القرون میں جو صحیح کی تعریف تھی اس کو جانتے نہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے، جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب و سنت کے موافق ہوں۔ (الرد علی سیر الاوزاعی ص ۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو اور فقہاء اس کو نہ جانتے ہوں، وہ شاذ ہے اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ سابقہ بحث سے یہ تو معلوم ہوا کہ خیر القرون کا متواتر تعامل اس حدیث کے خلاف عدم رفع پر تھا۔

امام ابو بکر بن عیاش جن کی پیدائش سنہ ۱۰۰ھ اور وصال سنہ ۱۹۳ھ ہے، آپ نے کئی تعلیمی

سفر بھی کئے۔ کئی حج بھی کئے، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ کے متعدد اسفار کیے فرماتے ہیں ما رایت فقیہا قط یفعلہ یرفع یدیہ فی غیر تکبیرۃ الاولیٰ (طحاوی ص ۱۹۵ ج ۱) یعنی میں نے کسی ایک فقیہ کو بھی نہیں دیکھا جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو۔ تو یہ لوگ امام صاحب کی حدیث صحیح کی تعریف نہیں جانتے۔

بہرکیف یہ چار اصول جو امام حازمیؒ نے ارشاد فرمائے ہیں ان کو زیر بحث مسئلہ پر منطبق کیجئے۔ رفع یدین کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں (گو ان کے الفاظ میں بھی اختلاف و اضطراب ہے) ادھر ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کی تائید ان کو حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ضبط و اتقان میں بھی فائق ہیں۔ طول صحبت میں بھی۔ اور تفقہ فی الدین میں بھی۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ (ج 1 ص 13 وما بعد) میں لکھتے ہیں:

(ابن مسعود الامام الربانی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خادمہ واحد السابقین الاولین و من کبار البدریین و من نبلاء الفقہاء والمقربین کان ممن یتحری فی الاداء و یشدد فی الروایۃ ویزجر تلامذتہ عن التہاون فی ضبط الالفاظ و کان ابن مسعود یقل من الروایۃ للحدیث. و یتورع و کان تلامذتہ لایفضلون علیہ احدا من الصحابۃ. و کان من سادات الصحابۃ و اوعیۃ العلم وائمۃ الہدیٰ'')

ترجمہ: ''ابن مسعود امام ربانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور خادم، سابقین اولین اور اکابر اہل بدر میں سے تھے، بلند پایہ فقہا اور مقربین میں ان کا شمار تھا۔ الفاظ حدیث کے ادا

کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے روایت میں بڑی سختی فرماتے تھے، اپنے تلامذہ کو ضبط الفاظ میں سستی کرنے پر ڈانٹ پلاتے تھے۔ حدیث کی روایت بہت کم کرتے تھے اور اس بارے میں خاص احتیاط وورع سے کام لیتے تھے ان کے تلامذہ ان پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ان کا شمار سادات صحابہ، خزانہ علم اور آئمہ ہدیٰ میں ہوتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ ضبط و اتقان، طول صحبت اور فقاہت میں دوسرے حضرات سے فائق ہیں، اس لئے ان کی روایت مقدم ہوگی۔ امام طحاویؒ نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ:

(ترجمہ) "مغیرہ بن مقسم الضبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل وبعد رفع یدین کیا کرتے تھے، فرمانے لگے اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ایک بار آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار ترک رفع یدین کرتے دیکھا ہے"۔

ترجمہ: "عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں حضرموت کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل وبعد رفع یدین کرتے تھے، میں نے ابراہیم نخعیؒ سے اس کا ذکر کیا تو غضبناک ہو کر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے؟ ابن مسعودؓ اور ان کے رفقاء نے نہیں دیکھا؟"۔

(طحاوی ص 110، موطا امام محمد ص 92، کتاب الآثار امام ابو یوسف ص 21)

(8) پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع یدین کے باب میں جو احادیث مروی ہیں ان میں اختلاف و اضطراب ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اضطراب سے پاک ہے

چنانچہ ان سے رفع یدین کی ایک روایت بھی نقل ہے، پس جو حدیث کہ اختلاف و اضطراب سے پاک ہو وہ مقدم ہوگی۔

(9) کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کا حکم فرمایا ہو، اس کے برعکس حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر 67 میں ممانعت موجود ہے۔ اور جب قولی احادیث اور فعلی احادیث میں اختلاف ہو تو قولی احادیث مقدم ہوتی ہیں۔

(10) جن احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے ان میں سے کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ کا یہ عمل مدۃ العمر رہا۔ اور نہ کسی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب تک ان دو باتوں میں سے ایک بات ثابت نہ ہو رفع یدین کا سنت دائمہ مستمرہ ہونا ثابت نہیں، اس کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پھر رفع یدین کی ممانعت بھی موجود ہے۔ اور حضرات خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ کا عمل بھی ترک رفع الیدین پر ثابت ہے۔ ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین آپ کی سنت دائمہ نہیں، بلکہ سنت متروکہ ہے۔ واللہ اعلم۔

دو شبہات کا ازالہ

آخر میں دو غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔ جن کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اول: ایک یہ کہ رفع الیدین میں اختلاف جواز یا عدم جواز کا نہیں بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے الخ

دوم: یہ کہ سوال میں جو ذکر کیا گیا کہ رفع یدین کے باب میں پچاس سے زائد صحابہ روایت کرتے ہیں یہ محض مبالغہ ہے، پچاس صحابہ کی روایت کو حوالہ محدثین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع

یدین کیلئے دیا ہے چنانچہ علامہ شوکانی نیل الاوطار ص 184 ج 2 میں لکھتے ہیں:

و جمع العراقی عدد من روی رفع الیدین فی ابتداء الصلوٰۃ فبلغوا خمسین صحابیا منھم العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ۔

ترجمہ: "علامہ عراقی نے ان حضرات کا شمار کیا ہے جن سے ابتدائے نماز میں رفع یدین کی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ انکی تعداد پچاس صحابہ تک پہنچی ہے۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ پچاس صحابہؓ سے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی احادیث مروی ہیں۔ جو باجماع امت مستحب ہے اور جس سے حنفیہ کو بھی اختلاف نہیں۔ جس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین ہے۔ اس میں پچاس صحابہؓ کی روایت تو کجا ایک صحابی کی بھی ایسی روایت نہیں جو صحیح بھی ہو اور اختلاف و معارضہ سے خالی بھی ہو اس لئے اس متنازع فیہ مسئلہ پر پچاس صحابہؓ کی روایات کا حوالہ دینا محض مغالطہ ہے، دراصل اس مسئلہ میں اصل حقائق کے بجائے مبالغہ آرائی سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان مبالغات کی دو دلچسپ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

امام بخاریؒ نے رسالہ جزء رفع الیدین میں حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے"۔

امام بصریؒ کے اس قول کو نقل کرکے امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

ولم یستثن الحسن احدا ولا ثبت عن احد من الصحابۃ انہ لم یرفع یدیہ (بحوالہ نصب الرایہ صفحہ 416 ج 1)

ترجمہ: ''امام حسن بصریؒ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور نہ کسی صحابی سے یہ ثابت ہے کہ اس نے رفع یدین نہ کیا ہو''۔

یعنی حضرت حسن بصریؒ کے اس قول سے امام بخاریؒ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ سے رفع یدین ثابت کر دیا اور اس کے مقابلہ میں وہ تمام روایات یکسر غلط قرار پائیں جن میں صحابہ کرامؓ کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

اس سے قطع نظر کہ حسن بصریؒ کا یہ قول کس سند سے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ اول تو اس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ متنازعہ فیہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ (ہو سکتا ہے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین ہو) پھر اگر دو چار صحابہؓ سے بھی رفع الیدین ثابت ہو تو امام حسن بصریؒ کو یہ کہنا صحیح نہیں کہ صحابہ کرامؓ سے رفع یدین بھی ثابت ہے، لیکن امام بخاریؒ نے امام حسن بصریؒ کے قول کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے اس سے مبالغہ آرائی اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی۔ اور مزے کی بات یہ کہ حسن بصریؒ جن کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے ان کا قول یہاں تمام صحابہ کرامؓ کے حق میں حجت مان لیا گیا اور ان کے مقابلہ میں اکابر صحابہؓ و تابعینؒ کی تصریحات مسترد کر دی گئیں۔ رفع الیدین کے متنازعہ فیہ مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے جن حضرات نے کاوشیں فرمائی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر نے اسی قسم کے مبالغوں سے کام چلایا ہے۔

اس کی دوسری مثال شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی عبارت ہے وہ ''سفر السعادۃ'' میں لکھتے ہیں:

''و در این سہ موضع بر داشتن دست ثابت شدہ و در غیر او، و از کثرت روات این معنی بحد تواتر رسیدہ است۔ چہار صد خبر و اثر در این باب صحیح شدہ۔ و عشرہ مبشرہ روایت کردہ اند کہ لا یزال عمل آنحضرت بدین کیفیت بود تا از این جہان رحلت کرد و غیر از این چیزے ثابت نشدہ''۔

(شرح سفر السعادۃ ص 64)

ترجمہ: "ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے۔ اس کے علاوہ میں نہیں، اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں چار سو صحیح حدیثیں مرفوع و موقوف ثابت ہیں۔ اس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ اور رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں"۔

فن مبالغہ آرائی کا کمال دیکھئے کہ شیخ فیروز آبادی نے ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالیں۔

(1) "ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے"۔ حالانکہ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جو صحیح بھی ہو اور سالم عن المعارضہ بھی ہو۔

(2) "رفع یدین پر چار سو صحیح حدیثیں ہیں"۔ حالانکہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کو ان کی شرط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

(3) چار سو حدیثوں کے باوجود مسئلہ شیخ فیروز آبادیؒ کے نزدیک پھر بھی متواتر نہیں بلکہ "متواتر کے مشابہ" ہے، خدا جانے کہ ان کے نزدیک کسی مسئلہ کے متواتر ہونے کے لئے کتنے "چار سو" کی ضرورت ہوگی۔

(4) "رفع یدین عشرہ مبشرہ کی روایت سے ثابت ہے"۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے۔ جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں۔ ترک رفع یدین صحیح اسانید سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ شیخ فیروز آبادیؒ کی عشرہ مبشرہ سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کو نہ ملا ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

(5) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتے دم تک رفع یدین کرتے رہے"۔ غالباً شیخ کے پیش نظر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کردہ وہ روایت ہے جس کو امام بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔

فما زالت تمک صلوته حتی لقی الله تعالیٰ (نصب الرایہ صفحہ 410 ج 1)

ترجمہ: "پس ہمیشہ رہی آپ کی یہی نماز۔ یہاں تک کہ جا ملے اللہ تعالیٰ سے"۔

مگر یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے دو راوی کذاب ہیں۔ (حاشیہ نصب الرایہ)

چنانچہ عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ الہروی اور عصمۃ بن محمد انصاری کذاب تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے۔ (میزان الاعتدال)

عجیب بات یہ ہے کہ امام بیہقی اور حافظ ابن حجر ایسے اکابر بھی نہ صرف اس روایت پر خاموشی سے گزر گئے بلکہ اس کو رفع یدین کے دلائل میں ذکر کر جاتے ہیں، اس سے ان حضرات کی اس مسئلہ میں بے بسی واضح ہے۔

(6) شیخ فیروز آبادیؒ فرماتے ہیں کہ "ترک رفع یدین کی کوئی حدیث ثابت نہیں"۔ حالانکہ اکابر محدثین سے صحیح روایات اوپر نقل ہو چکی ہیں۔

رفع یدین کے مسئلہ میں بے جا غلو اور مبالغوں سے کام نہ لیا جائے تو خلاصہ یہ ہے کہ روایات و آثار دونوں جانب مروی ہیں، امام شافعیؒ و احمدؒ اور ان کے متبعین تین مواضع میں رفع یدین کو راجح سمجھتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ ..... جن کا زمانہ اول الذکر حضرات سے تقدیم ہے ..... ترک رفع یدین کو راجح سمجھتے ہیں۔ اور امت کا بیشتر تعامل اسی پر رہا ہے۔ چنانچہ صدر اول میں اسلام کے دو مرکزی شہروں مدینہ اور کوفہ میں ترک ہی پر عمل تھا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رفع یدین کا رواج ہوا۔ جن کا شمار صغار صحابہ میں ہے۔

ورنہ صحابہؓ و تابعینؒ کی اکثریت ترک رفع یدین پر عامل تھی۔ صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد آئمہ مجتہدین کا

زمانہ آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں احناف اور مالکیہ..... جو امت کا دو تہائی حصہ ہیں..... ترک رفع یدین ہی پر عامل چلے آتے ہیں۔ اس لئے روایت و درایت اور توارث و تعامل کے لحاظ سے ترک رفع یدین قوی اور راجح ہے۔ و اللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص 148 حصہ دوم)

رکوع کرنا

(85) ارشاد ربانی ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا (الحج 77)

(ترجمہ) اے ایمان والو! رکوع کرو۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نماز کی حقیقت اور روح اللہ تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی کا اظہار و اقرار اور اپنی بندگی و عاجزی کا اعتراف ہے۔ سر اونچا رکھنا تکبر و برتری کی علامت ہے۔ اس کے برعکس سر جھکانا تو ضع و فروتنی کی نشانی ہے۔ اس بندگی اور تذلل کا سب سے بڑا مظہر رکوع و سجدہ ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع و سجود کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

رکوع کی ہیئت و صورت

(86) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَکَعَ لَمْ یُشْخِصْ رَأْسَہٗ وَلَمْ یُصَوِّبْہُ وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ اسے نیچے رکھتے لیکن اس کے درمیان رکھتے۔ (مسلم ص 194 جلد اول، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 75)

یعنی رکوع میں سر پشت کے برابر ہے نہ اس سے اونچا ہو نہ نیچے۔

(87) حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَتَرَ يَدَيْهِ فَتَجَافَى عَنْ جَنْبَيْهِ○

(ترمذی ص 35 جلد اول، ابوداؤد ص 114 ج 1 باب افتتاح الصلوٰۃ مشکوٰۃ ص 76)

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پس اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے گویا کہ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تانت کی مانند بنایا پس دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھا۔

رکوع کی تسبیح

(88) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ○

(ترجمہ) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت فسبح باسم ربک العظیم (اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرو) نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو اپنے رکوع میں رکھو۔ یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم کہہ کر اس کی تعمیل کرو۔

(ترمذی، ابوداؤد ص 133 ج 1، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص 82)

(89) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَ ذٰلِكَ اَدْنَاهُ○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔

(ترمذی ص 35 ج 1، ابوداؤد ص 136 ج 1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 83)

فائدہ: رکوع و سجود میں تین بار تسبیح کہنا کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پانچ بار کہنا اوسط درجہ ہے۔ سات بار کہنا اعلیٰ درجہ ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 315 ج 2)

رکوع اطمینان سے ادا کرنا

(90) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا

(بخاری ص 105 ج 1، مسلم ص 170 ج 1)

(ترجمہ) پھر اطمینان سے رکوع کیجئے۔

رکوع ناتمام کرنا بدترین چوری ہے

(91) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اپنی نماز سے کیسے چوری کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جو نماز کا رکوع و سجود پورا نہیں کرتا۔ وہ نماز کا چور ہے۔

(مسند امام احمد، مشکوٰۃ ص 83)

رکوع کے بعد تسمیع وتحمید کہنا

(92) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (بخاری ص109 ج1)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع الله لمن حمده کہتے تو فرماتے اللّٰھم ربنا و لک الحمد۔

مقتدی صرف تحمید کہے

(93) امام اور منفرد تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسمیع وتحمید دونوں کہیں۔ لیکن مقتدی صرف تحمید کہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۝

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔

(بخاری ص109 جلد اول مسلم ص176 جلد اول مشکوٰۃ ص82)

سجدہ میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے

(94) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ o

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(ابوداؤد ص 129 ج 1، وترمذی ص 36 جلد اول، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 84 وقال الترمذی ہذا الحدیث حسن وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم وصححہ ابن حبان (مرقات شرح مشکوٰۃ ص 324 جلد دوم طبع ملتان باب السجود وفضلہ والسعایہ ص 193 جلد دوم)

تنبیہ

بعض مرفوع احادیث میں سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنے کا ذکر ہے۔ محققین کے ہاں مذکورہ بالا حدیث کے قرینہ سے یہ حالت عذر پر محمول ہے۔

(معارف السنن شرح ترمذی ص 31 جلد 3)

سجدہ کی فرضیت

(95) ارشاد ربانی ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق 19)

(ترجمہ) اور سجدہ کیجئے اور (خدا کا) قرب حاصل کیجئے۔

سجدہ انتہائی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے

(96) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندو کو اپنے رب کا انتہائی قرب سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔

(مسلم ص 191 جلد اول، مشکوۃ ص 84)

سجدہ کی ہیئت و آداب

(97) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔۔ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ ٥

(مسلم ص 173 جلد اول، مشکوۃ ص 75)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

(98) حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْہِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ ٥

(بخاری و مسلم ص 194 جلد اول، مشکوۃ ص 83)

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح کھول دیتے (پہلوؤں سے الگ رکھتے) یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

(99) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ کَفَّیْکَ وَارْفَعْ مِرْفَقَیْکَ ٥

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ اور اپنی کہنیاں اٹھا۔

(مسلم ص 194 جلد اول، مشکوۃ ص 83)

سات اعضاء پر سجدہ کرنا

(100) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ أَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْھَۃِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ۝

(بخاری ص 112 جلد اوّل، مسلم ص 193 ج 1، مشکوٰۃ ص 83)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات پر مامور ہوں کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں۔ پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے اطراف پر یعنی سجدہ اس طرح کیا جائے کہ یہ سات اعضاء زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔

سجدہ کی تسبیح

(101) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ۝

(ترمذی، ابوداؤد ص 133 ج 1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 83)

(ترجمہ) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ (اپنے بلند پروردگار کی تسبیح کیجئے) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے سجدہ میں رکھو یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر اس پر عمل کرو۔

(102) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَإِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ

(کنزالعمال ص 117 ج 4، بیہقی، کامل ابن عدی)

(ترجمہ) عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ایسے طور پر چپکا لے کہ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔

(105) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔

اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَۃُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا (کنزالعمال)

(ترجمہ) کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی دونوں رانوں کو ملا لیا کرے۔

ان احادیث سے یہ اصول واضح ہوا کہ عورت کیلئے نماز کی وہ ہیئت مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ستر اور پردہ پوشی کا موجب ہو۔ فقہاء اسلام نے اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر عورت اور مرد کی نماز کا باہمی فرق بیان کیا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ ص 92 جلد اول میں ہے:

وَالْمَرْاَۃُ تَنْخَفِضُ فِیْ سُجُوْدِھَا وَتَلْزِقُ بَطْنَھَا بِفَخِذَیْھَا لِاَنَّ ذٰلِکَ اَسْتَرُلَھَا ٥

(ترجمہ) اور عورت اپنے سجدہ میں سمٹ جائے اور اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملا لے۔ کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق حدیث سے ثابت ہے

احقر کے استاذ گرامی مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مرد و عورت کی نماز کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لامذہب غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لامذہب غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن اور حدیث سے ہرگز ثابت

نہیں ہے بلکہ اجماع امت اور احادیث کے خلاف محض ابن حزم ظاہری کی تقلید پر مبنی ہے۔

شریعت مطہرہ میں بعض احکام مرد و عورت میں مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں فرق ہوتا ہے مثلاً:

1۔ حج مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے مگر عورت کے لئے زادراہ کے علاوہ محرم کی شرط بھی ہے یا خاوند ساتھ ہو۔

2۔ حج سے احرام کھول کر مرد سر منڈاتے ہیں۔ مگر عورت سر نہیں منڈاتی۔

3۔ حکم نکاح مرد و عورت دونوں میں مشترک ہے مگر طلاق مرد کے ساتھ خاص ہے اس کا حق صرف مرد کو ہے اور عدت عورت کے ساتھ خاص ہے۔

4۔ ایک مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے مگر ایک عورت کو ایک سے زائد مرد سے نکاح کی اجازت نہیں۔

خود لامذہب غیر مقلدین بھی نماز کے بہت سے مسائل میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مثلاً:

1۔ ان کی مسجد میں مرد تو امام اور خطیب ہیں لیکن کسی مسجد میں عورت نہ امام ہے نہ خطیب۔

2۔ ان کی مساجد میں موذن ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت کو کبھی موذن نہیں بناتے۔

3۔ نماز باجماعت کی اقامت ہمیشہ مرد کہتے ہیں، عورت سے اقامت نہیں کہلواتے۔

4۔ ہمیشہ اگلی صفوں میں مرد کھڑے ہوتے ہیں، عورتوں کو اگلی صفوں میں کھڑا نہیں کرتے۔

5۔ ان کے اکثر مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں مگر عورتیں نماز کے وقت دوپٹے نہیں اتار پھینکتیں۔

6۔ ان کے مردوں کی اکثر کہنیاں اور نصف پنڈلیاں نماز میں ننگی رہتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس طرح نماز نہیں پڑھتیں۔

7۔مرد اور عورت کے ستر عورت میں بھی فرق ہے۔

8۔نماز جمعہ مرد پر فرض ہے عورت پر فرض نہیں۔اسی طرح نماز پنجگانہ کو باجماعت ادا کرنا مردوں پر لازم ہے نہ کہ عورتوں پر۔

9۔نماز میں کوئی بات پیش آئے تو مرد تسبیح کہے اور عورت ہاتھ سے کھٹکا کرے (ترمذی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان سب مسائل میں سنتوں بلکہ فرائض تک کے مقابلہ میں عورت کے ستر اور پردہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے اسی لئے آئمہ اربعہ نے رکوع، سجود اور سجدے وغیرہ کی ہیئت میں بھی مرد اور عورت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اس میں اصل علت اسی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔

آئمہ احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ اس لیئے زیادہ ستر کا باعث ہے اور سجدہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔یہ اس کے پردے کے زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں عورت کیلئے پسندیدہ یہی ہے کہ سمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ زیادہ باعث ستر ہے اور ساری نماز میں ستر کا اہتمام کرے۔

امام نوویؒ نے مجموع میں اسی طرح مذہب شافعی بیان کیا ہے۔

مالکیہ میں سے ابوزید قیروانی نے الرسالہ میں صراحت فرمائی ہے کہ ابن زیاد کی روایت جو صحیح ہے یہی ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔

حنابلہ کی معتبر کتاب مغنی ابن قدامہ میں بھی اس فرق کی صراحت موجود ہے۔

محدثین میں سے ابن دقیق العید نے شرح عمدۃ الاحکام میں اور ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اسی کو بیان فرمایا ہے بلکہ غیر مقلدین میں سے امیر یمانی نے سبل السلام میں مولانا عبدالجبار غزنوی نے فتاویٰ غزنویہ میں اور مولوی علی محمد سعیدی نے فتاویٰ علماء حدیث میں اسی

طرح لکھا ہے بلکہ مولوی عبدالحق ہاشمی مہاجر مکی غیر مقلد نے اس فرق پر پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام نصب العمود فی تحقیق مسئلہ تجافی المرأۃ فی الرکوع و السجود و القعود.

مثال:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے غوطہ دیکر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجتہاداً علت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ۔ اس لئے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا۔ چنانچہ مچھر، جگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجتہاداً چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب وسنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجتہاداً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجتماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد ان سے ساقط کر دیئے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

1۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ ترفع یدیھا حذاء ثدییھا

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے۔ (کنز العمال ج 7 ص 307)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا مرکز اسلام کوفہ میں امام حماد یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منبع اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اور ام درداءؓ بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔ اسی طرح مجمع الاسلام مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ یہی فتویٰ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ اٹھانے میں عورت مرد کی طرح

نہیں ہے۔(ابن ابی شیبہ ج 1 ص 239)

اور اس خیر القرون میں کسی ایک فرد نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا کیونکہ لا مذہب اس زمانہ میں نہ تھے۔

2۔استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنۃ لھن وضع الیدین علی الصدر۔

(السعایہ ج 2 ص 156)

(ترجمہ) عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔

یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماع امت کا مخالف بحکم قرآن وحدیث دوزخی ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین مرد بھی عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ایک جگہ غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا۔کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔اس کا یہ نیا طریقہ دیکھ کر دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اس کو مرد بنایا مگر یہ نماز عورتوں والی پڑھتا ہے۔دوسرے نے کہا اس نے نماز اپنی بے بے جی سے سیکھی ہوگی۔اس لئے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔

3۔مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہئے اور دائیں تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہئے اور عورت کو دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا چاہئے حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے۔(شامی ج 1 ص 339)

عورت کے لئے اس طرح ہاتھ رکھنا بھی اجماعی مسئلہ ہے۔اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھنے کی روایات مختلف ہیں کسی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ کسی میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا، کسی میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھا۔ فقہاء جو بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے معانی زیادہ سمجھتے ہیں انہوں نے ایسا طریقہ سمجھایا کہ تمام احادیث پر عمل ہو گیا۔ ہتھیلی ہتھیلی پر بھی آ گئی انگلی انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کو پکڑ بھی لیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں بازو پر بچھ بھی گئیں۔

4۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اس قدر کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ جائیں۔ (عالمگیری)

اس میں بھی ستر کا زیادہ اہتمام ہے اور اس کے خلاف بھی کسی سے منقول نہیں۔

5۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر۔ (عالمگیری)

کیونکہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

6۔ مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہئیں اور عورتوں کو ملی ہوئی۔ (عالمگیری)

7۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا ہوا۔ (عالمگیری)

8۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

9۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں عورتوں کو نہیں۔

(عالمگیری)

عن ابن عمرؓ مرفوعاً اذا جلست المراة في الصلوة وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها علی فخذها کاستر مایکون فان اللہ تعالیٰ ینظر الیها یقول یا ملائکتی و اشهد کم انی قد غفرت لها (بیہقی ج2 ص223)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو دائیں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان یتجافوا فی سجودهم خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے ان ینخفضن فی سجودهن کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کیا کریں۔ (بیہقی ج2 ص223)

امام ابو داؤدؒ مراسیل میں روایت فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو فرمایا:

اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المراة فی ذلک لیست کالرجل۔ (ص5)

ترجمہ: جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین سے ملا دو بے شک عورت اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اذا سجدت المراة فلتحتفز ولتضم فخذیها (ابن ابی شیبہ ج1 ص270)

ترجمہ:۔ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملا لے۔

جب عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

تجتمع و تحتفز (ابن ابی شیبہ ج1 ص270)

ترجمہ:۔ یعنی خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

اسی طریق پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مجاہد اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج1 ص270) دور صحابہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آئمہ اربعہ میں بھی اس پر اجماع ہے۔

10- مردوں کو بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہئے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لینے چاہئیں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور دائیں پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔ (عالمگیری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ پہلے چوکڑی بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔ (جامع المسانید امام اعظم ج1 ص4)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ (بیہقی ج2 ص222)

پہلی روایات اور امت کا اجماع بھی اس کی تائید میں ہے۔

مولانا ابوداؤد غزنویؒ کے والد امام عبدالجبار غزنویؒ سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے جواب پہلے مراسیل ابوداؤد والی حدیث نقل کر کے لکھا: ''اسی پر تعامل اہلسنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا''۔ پھر چاروں مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں۔ غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بے خبر ہے''۔ (فتاوی غزنویہ ص 27، 28، فتاوی علمائے اہلحدیث ص 148، 149 ج 3)

الغرض احادیث مذکورہ اور اجماع امت اس پر نص ہیں کہ ان مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ ابن حزم اور اس کے مقلدین کے پاس کوئی نص ہرگز موجود نہیں۔ فقہاء نے اجماعاً ان احادیث سے عموم مراد نہیں لیا اور معانی حدیث میں فقہاء پر ہی اعتماد اصل دین ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا:

اعتراض: حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں عید کی نماز میں مردوں کے ساتھ شریک ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو۔ مگر فقہاء نے حدیث کے بالکل خلاف عورتوں کو مسجد میں آنا، جماعت یا جمعہ یا عید کیلئے مکروہ قرار دیدیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھلا مقابلہ ہے۔

جواب:۔ جس طرح اہل قرآن نامی فرقہ یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں تبتل کا حکم ہے وتبتل الیہ تبتیلا (المزمل) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبتل سے منع فرمادیا ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن التبتل'' (ترمذی ج 1 ص 398) اور قرآن پاک میں مسافر وغیرہ کیلئے حکم ہے ''وان تصوموا خیر

لکم " کہ روزہ رکھنا بہتر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" لیس من البر الصیام فی السفر " سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ۔ یہ کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا مقابلہ کیا ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ اختلاف ہے نہ مقابلہ ۔ یہ صرف آپ کی کج فہمی ہے ۔ یہی حال ان غیر مقلدین کا ہے ۔ یہ حدیث اور فقہ میں مقابلہ ثابت کرنے کیلئے دھوکہ دیتے ہیں جس طرح اہل قرآن سے ہم کہتے ہیں کہ فہم قرآن میں جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منکرین حدیث اختلاف کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فہم قرآن پر اعتماد ہوگا نہ کہ منکرین حدیث کے فہم قرآن پر ۔ اسی طرح جب فقہاء اور غیر مقلدین کے درمیان فہم قرآن وحدیث میں اختلاف ہوگا تو بحکم اللہ تعالیٰ " لیتفقھوا فی الدین " اور بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:" رب حامل فقه غیر فقیه " (الحدیث) اور بتحقیق محدثین " الفقهاء اعلم بمعانی الحدیث " (ترمذی) فہم فقہاء پر اعتماد ہوگا نہ کہ اہل غیر مقلدین کی کج فہمی پر اعتماد ہوگا ۔ زیر بحث مسئلہ میں نہ تو فقہاء نے کبھی یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مساجد میں نہیں جاتی تھیں نہ آپ کے حکم سے انکار کیا بلکہ فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کا بھی ہر حکم ایک درجہ میں نہیں امر کا صیغہ بعض اوقات وجوب کیلئے آتا ہے جیسے " اقیموا الصلوۃ " کبھی استحباب کیلئے جیسے " وکلوا منها واطعموا البائس الفقیر " کبھی اباحت کیلئے جیسے " واذا حللتم فاصطادوا " (القرآن)

فقہاء کا کہنا ہے کہ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم تاکیدی تھا لیکن عورت کیلئے یہ حکم نہ استحباب کیلئے تھا نہ تاکید کیلئے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ان گھروں کو جلانے کا حکم دیتا جن کے مرد مسجد میں نہیں " (مشکوۃ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اجازت ضرور دی مگر ساتھ ہی فرمایا:

1-عن ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم خیر مساجد النساء قعر بیوتهن (مستدرک حاکم ج 1 ص 209)

(ترجمہ) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کیلئے ان کے نماز پڑھنے کی جگہوں میں سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

2-حضرت ام سلمہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا اندر کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

3-عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم لا تمنعوا نساء کم المساجد و بیوتهن خیر لهن (مستدرک حاکم ج 1 ص 209)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کیلئے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں۔

4-حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق گندے خیالات اور وساوس ڈالتا ہے) اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کوٹھری میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب ج 1 ص 88 بحوالہ طبرانی)

5-اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 35)

6-ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک عورت آئی اور بڑے ناز سے زینت کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! اپنی عورتوں کو

منع کردہ زینت کا لباس پہن کر اور ناز کے ساتھ مسجد میں آنے سے اس لئے کہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں ہوئی۔ (یعنی اللہ کا غصہ ان پر نہیں اترا) یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے بناؤ کیا اور مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہونے لگیں۔ (ابن ماجہ مترجم ج 3 ص 276)

7۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ مسجد کو جا رہی ہے اور خوشبو لگائے ہوئے ہے انہوں نے کہا اے اللہ کی بندی تو کہاں جا رہی ہے؟ وہ بولی مسجد میں۔ ابوہریرہؓ نے کہا تو نے خوشبو لگائی ہے؟ وہ بولی ہاں۔ ابوہریرہؓ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس عورت نے عطر لگایا اور مسجد میں گئی اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے۔ (یعنی خوشبو کو دھو ڈالے اپنے بدن اور کپڑے سے۔ (ابن ماجہ ج 3 ص 276)

8۔ حضرت ام حمیدؓ (جو آپؐ کے صحابی ابوحمید الساعدیؓ کی بیوی ہیں) فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلے کی عورتوں کو ہمارے خاوند مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کریں مگر ہمارے خاوند ہمیں اس سے منع کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا (میرے ساتھ مسجد نبویؐ میں) باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

اس کے بعد ام حمید نے حکم دیا کہ میرے گھر کے تاریک کمرے میں میری نماز کی جگہ بنا دو اور وہ وصال تک وہیں نماز ادا فرماتی رہیں۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 34)

9۔ عن عائشۃ قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث

النساء لمنعهن المسجد○

(بخاری ج 1 ص 120، مسلم ج 1 ص 183، عبدالرزاق ج 3 ص 149)

(ترجمہ) ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی (آزادی) کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے ظاہر کی ہے تو آپ ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع فرما دیتے۔

10۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجدوں سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ تمہارے گھر تمہارے لئے بہتر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 35)

11۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکالتے (عمدۃ القاری ج 3 ص 228) یہ سب صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

12۔ حضرت فاروق اعظمؓ جب مسجد میں نماز کیلئے تشریف لاتے تو آپؓ کی بیوی عاتکہؓ بھی پیچھے ہو لیتیں۔ حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے وہ اس کے مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج 2 ص 33)

مندرجہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قبیلہ بنی ساعدہ کے لوگوں نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سختی سے مسجد میں آنے سے روکتے تھے کہ اب دور فتنے کا آ گیا ہے اور کسی صحابیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ان کو مخالف حدیث کہا۔

اب غیر مقلدین جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عورتیں مساجد میں آ کر جماعت جمعہ، عیدین میں شریک ہوں شاید یہ لوگ اپنے امام مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی اور

پرہیزگار سمجھتے ہیں اور اپنی مسجد کو مسجد نبوی سے زیادہ مقدس خیال کرتے ہیں اور اپنے آج کے زمانے کو خیر القرون دور نبوت اور دور صحابہؓ سے بہترین زمانہ خیال کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کو صحابیاتؓ اور تابعیاتؒ سے زیادہ عفیف اور پاک باز جانتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر جس کام کی حضرتؓ نے تاکید نہیں فرمائی صحابہ کرامؓ نے شدید مخالفت کی آپ لوگ اس کو اتنا موکد کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کو گالی گلوچ دینے تک کو جائز سمجھتے ہو اور مسلمانوں کی مساجد میں فتنہ ڈالتے ہو حالانکہ فتنہ ڈالنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بتایئے اس فحاشی اور عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں کہ عورتیں خوشبو، پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہ کریں گی اور نگاہ نیچی رکھیں گی اور راستے میں فساق و فجار کی نگاہیں بھی نیچی رہیں گی۔

الغرض فقہاء نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا ہے۔ فتنے کا احساس جب خیر القرون میں ہی ہو گیا تھا تو اس دور میں فتنے کا انکار کون کر سکتا ہے اور کس آیت اور حدیث میں ہے کہ فتنہ کی حالت میں بھی عورتوں کو مسجد میں جانے کی تاکید ہے؟

(مجموعہ رسائل ص 303 جلد اوّل)

مخالفین سے سوال

ہم نے مرد و عورت کی نماز کی کیفیت میں فرق پر متعدد احادیث پیش کر دی ہیں، آپ زیادہ نہیں صرف اور صرف ایک آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ہے اس میں کوئی فرق نہیں خصوصاً سجدہ کے بارے میں؟ ان شاء اللہ آپ کبھی بھی پیش نہیں کر سکتے!

دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا

(106) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز کے سلسلے میں فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرُشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ٥

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

(مسلم ص 194 ج 1، مشکوٰۃ ص 75)

(107) حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

وَثَنٰى رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا. (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ص 113 ج 1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں موڑتے اور اس پر بیٹھتے تھے۔

دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا

(108) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ ٥

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے سے اٹھتے تو پہلے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(ابوداؤد ص 129 جلد اول، ترمذی ص 36 جلد اول، نسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 84)

دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں

(109) حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ (ابوداؤد ص 114 جلد اول)

(ترجمہ) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی، پس کھڑے ہوئے اور تورک نہیں کیا یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھے نہیں۔

(110) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

فسجد ثم كبّر فانتهض قائما

(ترجمہ) پس آپ نے سجدہ کیا پھر تکبیر کہی پھر سیدھے کھڑے ہوئے۔

(مسند امام احمد ص 343 جلد 5 واسنادہ حسن)

(111) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا

(بخاری ص 986 جلد دوم باب اذا حنث ناسیا فی الایمان)

(ترجمہ) پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھا کھڑے ہو جاؤ۔

(112) حضرت نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ

(مصنف ابن ابی شیبہ ص 395 جلد 1 باسناد حسن)

(ترجمہ) میں نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو پایا کہ جب وہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

فائدہ: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل احادیث میں یہی منقول ہے کہ وہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ،
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید خدریؓ کی احادیث و آثار مصنف ابن ابی شیبہ ص 394 جلد
اول، نصب الرایۃ ص 389 جلد اول، فتح القدیر ص 308 جلد اول میں ملاحظہ ہوں۔
حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے السعایہ ص 211 جلد 2 پر علامہ ابن تیمیہ حنبلی کا قول نقل کیا ہے۔

اِنَّ الصَّحَابَۃَ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ جَلْسَۃِ الْاِسْتِرَاحَۃِ۔

(ترجمہ) یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلسہ استراحت کے ترک پر متفق ہیں۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض احادیث میں جلسہ استراحت کا ذکر آیا ہے، مذکورہ بالا احادیث و شواہد کے قرینہ
سے وہ حالت عذر (بڑھاپے وغیرہ) پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے المغنی ص 568 ج 1
میں اور محدث ماردینی حنفی نے الجوہر النقی ص 125 جلد 2 میں اور دیگر اکثر محققین نے یہی توجیہ
کی ہے۔ بعض علماء نے اسے بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ (مرقات ص 257 ج 2)

دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مانند ادا کی جائے

(113) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ایک رکعت کی مفصل
کیفیت بیان کرنے کے بعد یہ الفاظ ہیں۔

ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الْاُخْرٰی مِثْلَ ذٰلِکَ

(ابوداؤد ص 113 جلد اول، باب افتتاح الصلوٰۃ)

(ترجمہ) پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

دوسری رکعت میں ثناء اور تعوذ نہیں ہے

(114) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ ٥

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع فرمادیتے تھے (اور ثناء وغیرہ کے لئے) خاموشی اختیار نہیں فرماتے تھے۔

(مسلم ج1 ص219 باب ما یقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ، مشکوۃ ص78)

دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا

(115) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ ٥

(ترجمہ) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

(بخاری ص107 جلد اول، مسلم ص185 جلد اول، مشکوۃ ص79)

قعدہ کی ہیئت

قعدہ کی ہیئت بصورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔

(116) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی مرفوع حدیث ہے۔

وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ

ینصب رجلہ الیمنیٰ ٥

(مسلم ص 194 ج 1 مشکوٰۃ ص 75)۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

اس حدیث کا اطلاق و عموم دونوں قعدوں کو شامل ہے کہ مطلقاً ہر قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا رکھا جائے اور بایاں پاؤں بچھایا جائے۔

(117) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

فلما جلس یعنی للتشھد افترش رجلہ الیسریٰ ونصب رجلہ الیمنیٰ ٥

(ترجمہ) پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا... اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر دیا۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی ص 38 جلد اول)

(118) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

انما سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب رجلک الیمنیٰ و تثنی الیسریٰ ٥

(بخاری ص 114 ج 1، باب سنۃ الجلوس فی التشھد)

نماز کی سنت ہے دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔

(119) یہ حدیث نسائی ص 173 جلد اول میں صحیح سند سے ان الفاظ سے مروی ہے

من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنیٰ و الجلوس علی الیسریٰ ٥

فائدہ: صحابی سنت کا لفظ بولے تو جمہور علماء کے ہاں اس سے مرفوع حدیث مراد ہوتی ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر ص 96)

(121) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

انہ سُئِلَ کیف کان النساء یُصَلِّیْنَ علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال کُنَّ یتربعنَ

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا عورتیں تربع و تورک کرتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ و مسند ابو حنیفہ)

تربع بھی تورک کی ایک صورت ہے۔ (اوجز المسالک ص 258 ج 1)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث نمبر 104 کنز العمال، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس کے الفاظ ہیں: واذا سجدت الصقت بطنھا بفخذیھا کاستر ما یکون لھا۔

جس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ عورت کیلئے نماز میں وہ ہیئت و نشست مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ساتر اور پردہ پوشی ہو۔ فقہاء کرام نے یہاں پر بھی اس اصول کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کی ہے۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ ص 93 جلد اول میں ہے۔

وان کانت امرأۃ جلست علی الیتھا الیسریٰ واخرجت رجلیھا من الجانب الایمن لانہ استر لھا

اگر عورت ہو تو اپنی بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کی چیز ہے۔

قعدہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے

(122) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ... وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى○

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر ... اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے۔

(مسلم ص216 جلد اول، مشکوٰۃ ص85)

(123) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى○

(مسلم ص116 ج1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں ہتھیلی دائیں ران پر اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے تھے۔

اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ سے بھی مروی ہے۔

(ترمذی ص198 جلد2، کتاب الدعوات)

بعض احادیث میں قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مذکور ہے۔ تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

تشہد کے الفاظ

(124) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جس اہتمام سے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے اسی اہتمام سے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا:

وَاِذَا قَعَدَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ○

کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو کہے التحیات تا آخر (بخاری ص 115 ج 1، مسلم ص 173 ج 1 باب التشہد فی الصلوۃ)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض صحیح احادیث میں تشہد کے دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں اور وہ بھی جائز ہیں لیکن مذکورہ بالا الفاظ راجح ہیں کیونکہ باتفاق محدثین تشہد کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث ہے۔ اکثر صحابہؓ و تابعینؒ کا اسی حدیث پر عمل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ باب ما جاء فی التشہد ص 38 جلد اول پر حضرت ابن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وَھُوَ اَصَحُّ حَدِیْثٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّشَھُّدِ وَالْعَمَلُ عَلَیْہِ عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ○

تشہد کے بارے میں یہ سب سے زیادہ صحیح مرفوع حدیث ہے صحابہؓ و تابعینؒ میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ نووی شافعی شرح مسلم ص173 جلد اول پر لکھتے ہیں۔

وقال ابوحنیفۃ واحمد وجمہور الفقہاء واہل الحدیث تشہد ابن مسعودؓ افضل لانہ عند المحدثین اشد صحۃ

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء ومحدثین کے ہاں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت والا تشہد افضل ہے اس لئے کہ یہ محدثین کے ہاں سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے السعایہ ص225 جلد دوم ص226 جلد 2 پر مذکورہ بالا تشہد کی ترجیح کی چند وجوہ لکھی ہیں۔

قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھا جائے

(125) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد فی اول الصلوۃ و اخرھا ثم ان کان فی وسط الصلوۃ نھض حین یفرغ من تشھدہ و ان کان فی اخرھا دعا بعد تشھدہ بماشاء اللہ ان یدعو ثم یسلم ○ (مسند امام احمد ص459 ج1)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی نماز کے اول (وسط) میں اور اس کے آخر میں بھی ... پھر حضرت ابن مسعودؓ اگر نماز کے درمیان میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور اگر اس کے آخر میں ہوتے تو تشہد کے بعد جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتے آپ دعا کرتے پھر سلام پھیرتے۔

قعدہ میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا باتفاق آئمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم سنت ہے اور صحیح

احادیث سے ثابت ہے۔ اشارہ کی مختلف صورتیں احادیث سے ثابت ہیں اور سب جائز ہیں۔
علمائے احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کرے، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا نے شہادت کی انگلی کو کھلا رکھے، لا الہ پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر گرا دے۔ حلقہ کی یہ کیفیت قعدہ کے اختتام تک باقی رکھے۔

تنبیہ: نمازی جب زبان سے توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو اس کا دل توحید کے یقین سے لبریز ہونا چاہیے اور شہادت کی انگلی سے بھی توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(126) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَ قَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَ حَلَّقَ وَ اَشَارَ بِالسَّبَابَةِ٥

(ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو بند کیا اور حلقہ بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

(ابوداؤد ص 145 جلد اول باب کیف الجلوس فی التشہد مسند دارمی مشکوٰۃ ص 85)

مشکوٰۃ میں ثم رفع اصبعہ کے الفاظ ہیں یعنی پھر اپنی انگلی اٹھائی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا ص 108 میں اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت میں حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وَ بِصَنِيْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ٥

(ترجمہ) اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

امام محمدؒ نے اشارہ کا مسئلہ ''کتاب المبسوط'' میں بھی لکھا ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے بھی اشارہ کا مسئلہ ''الامالی'' میں ذکر کیا ہے۔

(معارف السنن ص 98 جلد 3)

فائدہ: اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت میں بارہ مرفوع حدیثیں مروی ہیں۔

1۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث مسلم ص216 ج1، نسائی ص173 ج1، ترمذی باب ما جاء فی الاشارۃ

2۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث مسلم ص216 ج1، نسائی ص173 ج1 باب الاشارۃ بالاصبع فی التشہد، ابوداؤد ص149 ج1، مشکوٰۃ ص85 میں ہے۔

3۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث ابوداؤد ص145 ج1، نسائی ص173 ج1، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص85 میں ہے۔

4۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ترمذی، نسائی میں ہے۔

5۔ حضرت سعدؓ کی حدیث نسائی میں ہے۔

6۔ حضرت نمیرؓ کی حدیث ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ہے۔

7۔ حضرت ابوحمیدؓ کی حدیث ترمذی میں ہے۔

8۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث تلخیص میں ہے۔

9۔ حضرت معاذؓ کی حدیث طبرانی کبیر میں ہے۔

10۔ حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ کی حدیث مسند عبدالرزاق، طبرانی کبیر میں ہے۔

11۔ حضرت خفافؓ کی حدیث مسند احمد، بیہقی میں ہے۔

12۔ حضرت سامہ بن حارثؓ کی حدیث طبرانی میں ہے۔

علامہ عبدالحئی فرماتے ہیں:

والاخبار فی الاشارۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ تکاد ان تکون متواترۃ. (السعایہ ص216 جلد دوم)

(ترجمہ) اور اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت میں احادیث قریب حد تواتر کے قریب ہیں۔

محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر شرح ہدایہ ص 272 ج 1 پر انکار اشارہ کی تردید میں لکھتے ہیں۔

وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ ٥

(ترجمہ) اشارہ کی نفی اور انکار کرنا درایت و روایت کے خلاف ہے۔

فقہ حنفی کی درج ذیل معتبر کتابوں میں اشارہ بالمسبحہ کے ثبوت کا ذکر ہے۔

فتاویٰ التاتارخانیہ، النوازل لابی اللیث، الذخیرہ، الغنیہ، الحلیہ، فتح القدیر، بحر الرائق،
نہر الفائق، الزاہدی، المجتبیٰ، الشامی، مواہب الرحمٰن، البرہان، المحیط، شرح مجمع البحرین، مراقی
الفلاح، درمنتقی، [illegible]، البدائع، الملتقط، معراج الدرایہ، الظہیریہ، العنایہ وغیرہا تک۔

(السعایہ ص 218 جلد دوم، ص 219، معارف السنن ص 100 جلد 3)

تنبیہ

بعض متاخرین حنفیہ نے "اشارہ بالمسبحہ" کی نفی کی ہے اور یہ عذر کیا ہے کہ اشارہ کی کیفیات میں احادیث مضطرب ہیں۔ لیکن محققین احناف نے اسے رد کر دیا ہے اور اس کے ثبوت میں مستقل رسالے لکھے ہیں۔ بہر حال صحیح مرفوع احادیث سے اشارہ ثابت ہے اور اس پر آئمہ اربعہ متفق ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ صاحبینؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

رہ گیا اشارہ کی کیفیت میں وارد روایات کا اختلاف و اضطراب تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح احادیث سے اشارہ کی ثابت کیفیتیں اور صورتیں سب جائز ہیں۔ اضطراب وہاں مضر اور مخل ہوتا ہے جہاں تطبیق و ترجیح وغیرہ ممکن نہ ہو لیکن یہاں پر تطبیق ممکن ہے کہ تمام صورتیں جائز ہیں اور مختلف کیفیات مختلف اوقات پر محمول ہیں۔ علامہ قاری حنفی مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ 328 جلد 2 پر اشارہ کی مختلف کیفیات لکھ کر امام رافعی کا قول نقل کرتے ہیں۔

الأخبار وردت بها جميعاً و كأنه عليه الصلوة والسلام كان يصنع مرة هكذا ومرة هكذا.

(ترجمہ) یعنی اخبار واحادیث سے یہ سب صورتیں ثابت ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرح عمل کرتے تھے اور کبھی اس طرح عمل کرتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں احادیث کے اختلاف کی بنا پر اشارہ کی نفی فرمائی ہے لیکن آپ کے بعض صاحبزادوں اور آپ کے بعض خلفاءؒ نے اشارہ کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں اور پوری قوت سے اشارہ کو ثابت کیا ہے۔

اشارے کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف کرنے والے آئمہ احناف میں شارح مشکوۃ علامہ قاری حنفی، شامیؒ، کنزالعمال کے مصنف شیخ علی متقیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے شیخ محمد صادق اور آپ کے دوسرے صاحبزادے شیخ محمد سعیدؒ بھی ہیں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شارح مشکوۃ، شیخ عبداللہ سندھیؒ اور محقق ابن الہمامؒ شارح ہدایہ اشارہ کے قائل حضرات میں پیش پیش ہیں۔ اپنے دور کے عظیم محدث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں لکھے گئے تقریباً تیس رسالے میری دریافت میں آ چکے ہیں۔

نوٹ: اس اہم مسئلہ کی تفصیل وتحقیق کے لئے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی السعایۃ ص215 تا ص 221 جلد2 اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن شرح ترمذی ص97ج3 تا ص 103ج3 ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے ہتھیلی کھلی رکھے، اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے

(127) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَ کَفَّہُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُمْنٰی وَ قَبَضَ اَصَابِعَہُ کُلَّھَا وَ اَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْھَامَ ٥ (ابوداؤد ص149 ج1، مسلم ص216 ج1)

(ترجمہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیاں بند کرتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔

محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ ص 272 جلد اول میں فرماتے ہیں، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا ران پر رکھنا اور انگلیاں بند کرنا بیک وقت ناممکن ہے تو ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہتھیلی کو کھلا رکھے، پھر اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے۔

(128) حضرت عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ کی مرفوع حدیث ہے۔

وَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی وَ قَبَضَ اَصَابِعَہُ وَبَسَطَ السَّبَّابَۃَ وَھُوَ یَقُوْلُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ ٥ (ترمذی کتاب الدعوات ص 168 جلد 2)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلیاں بند کرلیں اور شہادت کی انگلی کھول دی اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے: یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دعا تک انگلیوں کی بندش کی کیفیت کو برقرار رکھتے تھے۔

(السعایہ ص221 ج2)

اشارہ کے سوا انگلی کو کوئی اور حرکت نہ دے

(129) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يشير باصبعه اذا دعا ولا يحركها○

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے (تشہد پڑھتے) اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

(ابوداؤد ص149 ج1، باب الاشارۃ فی الصلوۃ، نسائی)

محدث نووی فرماتے ہیں۔

رواه ابو داود باسناد صحيح (شرح المہذب ص454 ج3)

(ترجمہ) ابوداؤد نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(130) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

ثم رفع اصبعه فرأيته يحركها○

(ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ انگلی ہلا رہے تھے۔ (نسائی ص187 ج1، دارمی، مشکوٰۃ ص85)

فائدہ:۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ تحریک سے اشارہ کی حرکت مراد ہے کوئی دوسری حرکت مراد نہیں لہٰذا حرکت والی حدیث تحریک اشارہ پر محمول ہے اور نفی حرکت والی حدیث دوسری حرکات کی نفی پر محمول ہے۔ امام بیہقی نے یہی توجیہ کی ہے۔ (بذل المجہود ص127 جلد2)

آخری قعدہ میں درود شریف

(131) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط (احزاب 56)

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو!

(132) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو درود شریف کے ان الفاظ کی تعلیم دی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط

(بخاری ص 477 جلد اول کتاب الانبیاء ایضاً ص 140 جلد دوم باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ ص 52)

(ترجمہ) اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسا کہ آپ نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بیشک آپ تعریف کے مستحق اور بزرگ ہیں۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک آپ حمد کے لائق اور بزرگ ہیں۔

یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف سے مسلم ص 175 جلد اول، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

فائدہ: احادیث میں درود شریف کے مختلف الفاظ منقول ہیں لیکن درود ابراہیمی کے الفاظ بخاری و مسلم کی روایات سے ثابت ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔ (ترجمہ اصح تیسیر ص270 ج1)

نماز میں درود شریف کے بعد دعا

(133) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال قلت یا رسول اللہ علمنی دعاء ادعو به فی صلوتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

(بخاری ص115 ج1، مسلم ص347 ج2، مشکوٰۃ ص87، نسائی [illegible])

(ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائیے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو! اللھم انی اخ۔ اے اللہ میں نے اپنی ذات پر بہت ظلم کیا صرف تو ہی گناہوں کو بخش سکتا ہے تو اپنی طرف سے اور محض اپنے فضل و کرم سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو ہی بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

فائدہ: احادیث میں متعدد دعائیں منقول ہیں سب درست ہیں۔

نماز کے آخر میں دائیں بائیں منہ پھیر کر سلام کہنا

(134) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قال کنت اری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم عن یمینه و عن یسارہ

حَتّٰی اُرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ o

(مسلم ص216 ج1 ، مشکوٰۃ ص87)۔

(ترجمہ) حضرت سعدؓ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتا تھا کہ آپ اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے، یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتے۔

(135) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ وَ عَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْسَرِ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی اور اپنی بائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔

(ابوداؤد ص150 ج1 باب فی السلام، نسائی، مشکوٰۃ ص88)

یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں حسن صحیح۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری ص124 جلد دوم شرح بخاری میں بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں، جن سے نماز کے آخر میں دو سلاموں کی احادیث مروی ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

فَھٰؤُلَاءِ عِشْرُوْنَ صَحَابِیًّا رَوَوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُصَلِّیْ

يسلم في آخر صلوته تسليمتين اه

(ترجمہ) پس یہ تین صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نمازی اپنی نماز کے آخر میں دو سلام کہے (اور دونوں طرف سلام کے ساتھ منہ بھی پھیرے)

مخالفین کے دلائل کا جواب

بعض مرفوع احادیث میں نماز کے آخر میں صرف ایک سلام کا ذکر آیا ہے۔ مذکورہ بالا متواتر المعنی احادیث کے قرینہ سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک سلام قدرے بلند آواز سے کہا جاتا تھا اور دوسرا معمولی آواز سے جبکہ دو سلام والی احادیث میں اصل واقعہ اور مسئلہ کا ذکر ہے اور ایک طرف سلام والی احادیث میں خاص کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

(معارف السنن ص 111 ج 3)

نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث ہے۔

(136) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوة اقبل علينا بوجهه

(ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوتے۔

(بخاری ص 117 ج 1 باب یستقبل الامام الناس اذا سلم بخاری مختصر ص 87)

یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی میں بھی ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ ص 352 ج 2)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

(137) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث ہے۔

قيل يا رسول الله اي الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات

المکتوباتO

(ترجمہ) عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد

(ترمذی ص 188 ج 2 وقال حسن، مشکوۃ ص 109 باب التحریض علی قیام اللیل)

(138) حضرت اسود عامریؓ اپنے والد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ دَعَا. (مصنف ابن ابی شیبہ)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ سے منہ پھیرا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

اسود عامری ابوداؤد کے راویوں میں سے ہے محدث ابن حبانؒ نے ان کو ثقہ اور لائق اعتماد راویوں میں شمار کیا ہے۔ (معارف السنن ص 123 جلد 3)

نماز کے بعد دعا کی متعدد قوی حدیثیں مروی ہیں۔

مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث (ابوداؤد ص 220 ج 1، نسائی وصححہ ابن حبان والحاکم) حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث (نسائی ص 198 ج 1، ص 314، ترمذی، مسند امام احمد وصححہ الحاکم) حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث (ابوداؤد ص 218 ج 1) حضرت صہیبؓ کی حدیث (نسائی وصححہ ابن حبان)

(139) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

عن انس بن مالک رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه و سلم انه قال مامن عبد يبسط كفيه في دبر كل صلوة ثم يقول اللهم الهي و اله ابراهيم و

اسحٰق و یعقوب والہ جبریل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام اسالک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین۔o

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص46)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے اللھم الھی و الہ ابراھیم و اسحٰق و یعقوب والہ جبریل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام اسالک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الاکان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

(140) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن یحییٰ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورای رجلا رافعاً یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ (مصنف ابن ابی شیبۃ بحوالہ مسئلہ رفع الیدین فی الدعا بعد الصلوت المکتوبہ محمد بن عبدالرحمٰن الزبیدی ص22)

رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص169 ج10)

(ترجمہ) محمد بن یحییٰ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا اس حال میں

کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپؓ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیلئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔

(141) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع یده بعد ما سلّم وهو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم خلّص الولید بن الولید و عیاش بن ربیعة و سلمة بن هشام وضعفة المسلمین الذین لایستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا من ایدی الکفار ٥

(تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن کثیر ج 1 ص 522)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں، انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

فائدہ

مذکورہ بالا معتبر احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہ صرف ثابت ہے بلکہ خود رسول اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد اکثر ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے بلکہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کی صحابہ کرامؓ کو ترغیب بھی دیتے تھے چنانچہ خود صحابہ کرامؓ کا عمل بھی اس کیلئے شاہد عدل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہنا حدیث سے ناواقفیت اور تعصب و عناد کے سوا کچھ نہیں!

مخالفین سے سوال

(i) ہم نے اپنی نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی متعدد احادیث پیش کر دی ہیں آپ زیادہ نہیں صرف ایک حدیث پیش کر دیں کہ رسول اکرم ﷺ نے نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہو یا کسی صحابی نے اس کو ناجائز و بدعت کہا ہو؟

(ii) آپ کے مقلد حنفی حضرات رکوع کے بعد دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں یہ کس حدیث میں آیا ہے؟ کیا دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھا کر مانگنا بدعت نہیں؟ صرف ایک صحیح سند غیر معارض حدیث پیش کر دیں کہ دعائے قنوت ہاتھ اٹھا کر مانگنا اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر سجدے میں جانا سنت ہے؟ آپ کا جواب دلیل سے ہو گا ثواب

ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے

(142) حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے۔

سلوا الله ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ کرو اور جب دعا کر چکو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو

(ابوداؤد ص216 جلد اول ترمذی ابن ماجہ مشکوۃ ص198)

(143) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم حيي كريم يستحيي من عبده اذا رفع يديه ان يردهما صفرا

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب بہت حیا والا ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر

دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے"۔

(ابوداؤد ص 216 جلد اول، ترمذی ص 195 ج 2، مشکوۃ ص 195)

(144) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو اپنے چہرے پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے۔

(ترمذی ص 174 جلد دوم، مشکوۃ ص 195)

(145) امام زہری کی مرسل روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ صَدْرِهٖ فِي الدُّعَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ o

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے تک اٹھاتے تھے پھر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ص 247 جلد دوم)

فائدہ o: نماز کے بعد دعا کرنا باتفاق ثابت اور مستحب ہے محدث نووی شافعی شرح المہذب ص 488 جلد 3 پر لکھتے ہیں۔

قَدْ ذَكَرْنَا اِسْتِحْبَابَ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ لِلْاِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ كُلِّ الصَّلٰوةِ بِلَا خِلَافٍ o

(ترجمہ) ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کے لئے دعا و ذکر کا استحباب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق

تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے بعد دعا کے ثبوت کے لئے صحیح بخاری ص 937 ج2 میں مستقل باب قائم کیا ہے۔

"باب الدعاء بعد الصلوٰۃ" (نماز کے بعد دعا کا باب) اس کی شرح میں حافظ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو نماز کے بعد دعا کی مشروعیت کے قائل نہیں۔

"وَفِي هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ لَا يُشْرَعُ اهـ (فتح الباری شرح بخاری ص113 ج11)

چند ابواب کے بعد امام بخاری نے دوسرا عنوان قائم کیا ہے۔ "بَابُ رَفْعِ الْاَيْدِيْ فِي الدُّعَاءِ" (دعا میں ہاتھ اٹھانا) اور اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے مذکورہ بالا دونوں ابواب کے تحت دعا بعد نماز کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور جمہور کے مسلک کی بھرپور تائید کی ہے۔

نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حافظ ابن قیم حنبلی نے "زاد المعاد" میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے نماز کے بعد متصل دعا کا انکار کیا ہے۔ علامہ موصوف کے ہاں سلام کے بعد اوراد و اذکار مسنونہ ادا کئے جائیں ان کے بعد دعا کرنی درست ہے۔

حافظ ابن حجر شارح بخاری نے احادیث کی روشنی میں حافظ ابن قیم کے موقف کی تردید کی ہے۔

(فتح الباری ص113 جلد 11، ص 119، 121 جلد 11)

غیر مقلدین سلفیوں کے رہنما علامہ عبدالرحمان مبارک پوری بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ہمنوا

ہیں اور دعا بعد نماز کے قائل ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی 245، 246 جلد 1)

بعض محققین فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کے ثبوت میں اور اسکے آداب وفضائل میں قولی احادیث تو کثرت سے ہیں اور اکثر ہاتھ اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا مذکورہ احادیث سے ثابت بھی ہے تو اس پر اعتراض وانکار درحقیقت احادیث کا انکار ہے جس کی سنگینی کا اندازہ ہر مسلمان کر سکتا ہے۔ باقی اگر اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوام عمل ثابت نہ ہو تو کیا مضائقہ ہے جبکہ ثبوت واستحباب کیلئے تو ایک حدیث یا ایک بار کا عمل بھی کافی ہے!

(معارف السنن ص 124 جلد 3، شرح ترمذی)

دعا کا طریقہ

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، پھر درود شریف، اس کے بعد دعا ہو۔

(146) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کا طریقہ ارشاد فرمایا

فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق حمد کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

(ترمذی ص 186 ج 2، مشکوۃ ص 86)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ترمذی ص 186 ج 2)

اس مضمون کی حدیث ابوداؤد ونسائی وغیرہ میں بھی ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ ص 345 ج 2)

دعا کے خاتمہ پر آمین

(147) حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قال ابوزهير أخبركم عن ذلك (الى ان كان) قال بآمين فانه إن ختم بآمين فقد أوجب ... الخ (ابوداؤد ص142 ج1)

(ترجمہ) ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص بہت الحاح وزاری سے دعا مانگ رہا تھا، اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اپنی دعا پر آمین کی مہر لگا دے تو اسکی دعا قبول ہو جائے گی۔ الخ

(148) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إنَّ الدُّعاءَ موقُوفٌ بَيْنَ السَّماءِ والأرضِ لا يَصْعَدُ منهاشَيٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ على نبيِّكَ (ترمذی ص 64 ج 1 مشکوۃ ص 87)

(ترجمہ) بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف ومعلق رہتی ہے، اس کا کچھ حصہ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے۔ محققین محدثین فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع حکمی ہے۔ (مرقات ص348 ج2)

بعض علماء فرماتے ہیں، دعا کے اول وآخر دونوں طرف درود شریف پڑھا جائے اس میں دعا کی مقبولیت کی زیادہ توقع ہے۔

مخالفین سے سوال

مذکورہ بالا احادیث میں دعا کا طریقہ بتایا گیا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور پھر چہرے پر ان ہاتھوں کو پھیر لینا دعا کے آداب وقبولیت میں شمار کیا گیا ہے۔ بعض سلفی غیر مقلد قسم کے لوگ چہرے

پر ہاتھ پھیرنے کو منع کیا کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہمارا سوال ہے کہ ہم نے تو چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی احادیث پیش کردی ہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا حکم بھی فرمایا ہے اور خود ایسا کیا بھی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر 142، 144، 145 سے واضح ہے۔ آپ صرف اور صرف ایک صحیح حدیث پیش فرمائیں کہ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کی بجائے سیدھا نیچے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہو یا خود ایسا کیا ہو؟

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین وصلّی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمدٍ وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّاحمینO

صحافت:
☆ ایڈیٹر انچیف ماہنامہ نیاز کراچی
☆ کالم نگار اخبار جہاں "آپ کے خواب اور ان کی تعبیر"
☆ کالم نگار اردو ٹائمز نیویارک
"آپ کے مسائل اور ان کا شرعی وروحانی حل"

خطابت سابقہ:
☆ جامع مسجد طیبہ بلاک D نارتھ ناظم آباد کراچی۔
☆ جامع مسجد نور بلاک F نارتھ ناظم آباد کراچی۔
☆ مدینہ مسجد بلاک 10 فیڈرل بی ایریا کراچی۔

ذمہ داریاں:
☆ ڈائریکٹر مذہبی امور WMC، ٹی وی ورلڈ نیویارک
☆ چیئرمین المنیر (ٹرسٹ) کراچی۔
☆ رئیس بانی و مدیر دارالعلوم زکریا اختریہ دستگیر ۱۳ کراچی۔
☆ چیئرمین المنیر فاؤنڈیشن نیویارک (امریکہ)
☆ امام وخطیب اخوان جامع مسجد نیویارک
☆ مہتمم دارالعلوم زکریا نیویارک
☆ رئیس دارالافتاء ختم نبوت نیویارک

فرزند نسبتی و تعلق خاص: فقیہ العصر شہید اعظم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

بیعت وخلافت: شہید اعظم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

تجدید خلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم

اصلاح وارشاد: بمقام خانقاہ یوسفیہ چشتیہ اختریہ دستگیر نمبر ۱۵ کراچی۔
بمقام خانقاہ یوسفیہ چشتیہ اختریہ نیویارک (امریکہ)

اخون پبلیکیشنز

63-64، دستگیر نمبر 15، کراچی۔